اصل مسئلہ معاشی ہے

سید محمد فاروق القادری

اصل مسئلہ معاشی ہے

سید محمد فاروق القادری

WWW.NAFSEISLAM.COM

ادارہ پاکستان شناسی لاہور

فہرست

پہلا باب

وقت کی آواز
اسلام کا تصورِ حیات
دورِ حاضر کے اہم مسائل اور سیرت کی روشنی میں ان کا حل
اقبال کے اقتصادی معاشی افکار
محنت کیسے ہے
اسلام اور مذہب جماعت
ایک نقطہ
ہے یہ بیضا ہے فرزانِ آخری
قرآن مجید اور انسان کی ہدایت کے لئے
پس چہ باید کرد؟

- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

www.KitaboSunnat.com

○

کسی دانشمند نے سچ کہا ہے کہ
علم شرع تمھیں اپنی است و بس

○

پہلے سے پڑھیے

[illegible]

کوڑی لانے کے طور پر اسے اپنا کارنامہ قرار دے رہے ہیں مگر آج سے صدیوں پہلے فقہا نے ایسی ہنگامی صورت حال کے لیے جس طرح آج ہمارے ہاں درپیش ہے یہ نظریہ ضرورت الضروریات "تبیح المحذورات" (ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہے) کے عنوان سے قائم کیا مگر طالع آزماؤں نے اسے صرف آمرانہ حکمرانوں کو دوام بخشنے کے لیے استعمال کیا۔ آخر یہ نظریہ ضرورت ہم نے معاشی انصاف، اقتصادی مساوات، سستے اور فوری انصاف کے لیے کیوں استعمال نہیں کیا اسے جاگیرداری، سرمایہ داری، بے قید معیشت، سٹے بازی، جوا، مزارعت، آڑھت، غیر حاضر زمیندار کے تصور کے خاتمے کے لیے اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے ۔

جانتا ہوں میں یہ اُمّت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
(اقبال)

ہمیں اس بات کا علم ہے کہ اس تبدیلی کے لیے شیر کا دل اور چیتے کا جگر چاہیے۔ یہ ابن الوقت طالع آزماؤں اور کرسی کو سب کچھ سمجھنے والوں کے بس کی بات نہیں ۔

زیں ہمرہان ست عناصر دلم گرفت
شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزو ست

اس کے لیے ایسے قوانین وضع کرنے ہوں گے جو ایسی حالات سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

انقلاب کا بنیادی فلسفہ مارکسیت ایک قلبی حقیقت کا بُزدلی ادراک ہے اگر ہم مادی فکر کا سہارا لے کر انکار کر دیں تو گزشتہ ۲۰۰ سال میں ہونے والی ساری ترقی کا انکار لازم آتا ہے۔ اس مادی تصور زندگانی پر کا کثرات حقیقۃ الحقائق نہ مانا جائے بلکہ مادہ سے آگے وجود کو تسلیم کیا جائے۔

سماج معاشرے میں اس وقت استحصال کی سب سے بڑی شکل تھی۔ اسلام نے اسے ختم کرنے کے لیے جنگ کی اسلام نے معاشی استحصال کرنے والوں کے خلاف بہت سخت زبان استعمال کی ہے۔

صدیوں کی بادشاہت اور ملوکیت نے مسلمانوں کو مزاجاً شاہ پرست اور ملوکیت نواز بنا دیا ہے وہ اس کے سوا کچھ سوچ بھی نہیں سکتے اس لئے نزدیک ایک بہت سے بہت حکمران بنو عباس بنو امیہ کا کوئی فرد بنا سکتے ہیں۔ سبب یہ کہ جو اسلامی تعلیمیں انھیں، ان کا نتیجہ بھی ملوکیت کی صورت میں نمودار ہوا۔ سنوسی اور وہابی تحریکوں کی مثال ہمارے سامنے ہے اس لیے عدل و مساوات ملوکیت کی بالادستی کا خاتمہ اور "تمیز بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے" کے اصول آسانی سے مسلمانوں کی سمجھ میں بھی نہیں آتے۔

یہ بات ایک لمحے کے لیے بھی تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ساری عقل اسلاف کو دے دی تھی اور اب نہ تو دماغ اور عقل پیدا ہو رہے ہیں۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ ایسے اشارات ہیں جن کے پیچھے اہل کے انبار ہیں۔ قرآن مجید، سیرت نبوی، صحابہ اور اہل بیت کا عمل اور اکابر صوفیہ کا

طریقہ زندگی اسی حقیقت کا مظہر ہے۔ اس کتاب میں میرے وہ مضامین بھی شامل ہیں جو مختلف اوقات میں قومی اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے میں نے ان پر نظر ثانی کی ہے۔ چند جدید چیزیں شامل کی ہیں۔ میری دانست میں ان کی اہمیت وضرورت اس سے آج کہیں زیادہ ہے جو بیس[20] سال پہلے تھی۔

اس کتاب میں میں نے ایک ایسا خط بھی شامل کیا ہے جو آج سے تقریباً پچیس[25] سال قبل میرے استاد علامہ مولانا سید سلیمان ندوی نے مجھے لکھا تھا۔ انہوں نے جو جواب مرحمت فرمایا یہ سوال وجواب اس وقت میں لاہور کے ایک اخبار نے ہی تھا اور میں شائع کردیا۔ چونکہ یہ خط میرے ادبیات مطالعے اور اس سے نظریات ومقاصد کا ترجمان ہے اس لیے اسے شامل کیا گیا ہے۔

اس ہمارے مولانا سے میری خواہش یہ ہے کہ ملک کا باشعور طبقہ بالخصوص پڑھے لکھے نوجوان اسلام کے بنیادی یعنی اقتصادی و معاشی مسئلے کے بارے میں اسلام کی انقلابی تعلیمات کا عام طور پر مخفی رہنے والا رخ دیکھیں اور اسے سمجھیں اور یوں وہ اسلام کو روایتی مذہب سمجھ کر سبک روی کا اظہار کرتے ہوئے نظر انداز کرنے کی بجائے اپنے مسائل کا بہتر سے بہتر حل اس کے اندر تلاش کریں۔ جاگیرداری اور سرمایہ داری میں تو انسانیت صدیوں سے پس رہی ہے مگر سوشلزم انتہائی دلفریب اور مسحور کن نعروں کے

ساتھ میدانِ عمل میں آیا۔ ہر چند سوشلزم ایک کلی حقیقت (اسلام) کا جزوی ادراک ہے۔ تاہم عملی دنیا میں وہ پچاس سال کا جھٹکا بھی برداشت نہ کر سکا۔ دنیا اسلام کے اس روشن اور تابناک چہرے کی رونمائی کی شدت سے منتظر ہے اور زبانِ حال سے کہہ رہی ہے ؎

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟
دُنیا ہے تری منتظرِ روزِ مکافات!

سید محمد فاروق القادری ایم۔اے
خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف
ڈھی اختیار خان
۳۵ ایل ۲۰۰۷۔
فون ۰۳۰۰-۷۸۲۷۵۲۷
۰۶۸-۵۶۸۴۲۲۵

نالۂ دل

فطری نظامِ حیات

اسلام فطرت کی نظامِ حیات ہے اس لیے اس نے اپنے آئین و ضوابط کی ولی تحقیق ایسی نہیں رکھی جو فطرت کے تقاضوں اور تجربات کی کسوٹی پر پوری نہ اترتی ہو۔ دراصل اسلام محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اپنی زندگی اور زندگی بسر کرنے کے اصولوں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ انسان کی تخلیقی خصوصیات اور فطری تقاضے اس حد تک انہیں مہذب باقاعدہ اور معقول فلسفوں سے نہیں ملا جا سکتا۔ اپنا نبی اسلام نے انہیں نظر انداز کرنے کی بجائے مناسب اہمیت دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

کاد الفقر ان یکون کفرا "افلاس انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے"۔

چھٹی صدی عیسوی میں جب رومۃ الکبریٰ اور ایران کی عظیم مملکتیں (Super Powers) میں غربت افلاس اور معاشی ناانصافی کو انسان کا مقدر بنایا گیا تھا اور ان کو ایک ازلی اور ابدی قانون سمجھ لیا گیا تھا، عرب کے خطے میں یہ پہلی انقلابی آواز تھی جس نے خلق اللہ کو نہ صرف جھوٹے معبودوں کے خلاف صف آرا کیا بلکہ انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے کا اعلان کیا "قیصر روم کے بعد کوئی قیصر نہیں اور کسریٰ کے بعد کوئی کسریٰ نہیں"۔ (الحدیث)

خلافت راشدہ کا مبارک دور

[illegible]

صدر اول کے مسلمانوں کی مزاحمت

[illegible]

مسرفین اور مترفین کون ہیں

[illegible]

معرکۂ کربلا کا اصل پس منظر

[illegible] یزید اور اس قبیل کے [illegible] فرمانروا رہتے تھے۔ اور [illegible] الاداء [illegible] معاشی لوگوں کا تھا جس کی رہنمائی کا شرف حضرت حسن بصری اور اصل [illegible] حضرت حسن بصری حضرت علی [illegible] کے شاگرد اور ان سے علمی و معاشی جانشین تھے۔

مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا محور

یہ ایک نمایاں حقیقت ہے کہ [illegible] سالہ اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا محور وہی لوگ رہے ہیں جنہوں نے دولت سے مکتب فقر سے اپنا رشتہ جوڑا۔ اس لیے یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ [illegible] جابر حکمرانوں کی [illegible] تشفی سے [illegible] فرمانی علمیت سے تصوف اور معلومیت سے اندازہ ہوا کہ [illegible] شخص پر [illegible] نہیں ہوتی اور [illegible] شخص جس کا مالک [illegible] قلب [illegible] جس قدر قریب [illegible] معلومیت [illegible] دلوں سے اور [illegible] جو حکمرانوں سے [illegible] وہ [illegible] دلوں پر حکومت [illegible] [illegible] فرمانی کی [illegible] پرستاری کی صحبت [illegible] [illegible] اور [illegible] زندگی [illegible] فضل کی [illegible] مثالیں ہیں [illegible] ان کی امت [illegible] مثال نے پیش کیں۔ [illegible] علمیت کے مقابلے میں ایک [illegible] فرمانی [illegible] [illegible] اور [illegible] کی مجلس [illegible] کیلئے یہ بات باعث [illegible] نہیں ہوتی [illegible] وہاں [illegible] [illegible] فرمانی [illegible] رہتے ہیں [illegible] ایسے غیر [illegible] مجالس سے [illegible] یا [illegible] اور [illegible] [illegible] [illegible]

مسلمانوں کی خوش قسمتی

مسلمانوں کی خوش قسمتی

نوٹ: ہی کلامی جاہی کے اسباب

کے اسباب قرار پائے۔ چنانچہ اب ان نام نہاد مشائخ کا وظیفۂ حیات سرکار دربار تک رسائی ہو گیا۔

ہر بُوالہوس نے حسن پرستی شعار کی

دوسرے مرحلے پر حکومت نے یہ اہتمام کیا کہ بزرگان دین کے مزارات کے لیے بھی بڑی بڑی جاگیریں وقف کر دیں چنانچہ اب ان جاگیروں اور جاگیروں سے منفعت حاصل کرنے کے لیے سجادہ نشینی کی دوڑ شروع ہوئی۔ ہر بُوالہوس نے حُسن پرستی شعار کی تو مزارات کا تقدس، بزرگوں کی تعلیمات اور خانقاہی نظام کی انفرادیت قصۂ پارینہ بن گئی۔ اب یہ ان مظام خدا تک رسائی کا ذریعہ نہیں سرکار انگلشیہ میں حاجت برآری کا وسیلہ بن گئے۔ اب یہ خدا کے سامنے تو سال میں بہ مشکل ایک آدھ دفعہ ابتہ ڈپٹی کمشنر، ایس پی، ورنر بہادر اور دوسرے سرکاری عہدیداروں کی بارگاہ میں ماہ بہ ماہ سجدہ ریزی ضروری خیال کرتے۔ چنانچہ جس طرح کسی زمانے میں مسلمان حکمرانوں تک عامۃ الناس کی رسائی مشکل تھی اب ان ''باخدا'' بزرگوں سے ملنا اس سے زیادہ مشکل ہو گیا۔ اور جو بُرائیاں مسلمان حکمرانوں سے خلق خدا کے بُعد کا باعث بنی تھیں ان ''بزرگوں'' نے انہیں اپنا کر اپنے آپ کو لوگوں کی نفرت کا نشانہ بنا لیا۔ اب یہ نام نہاد ''مشائخ'' اللہ کے ولی (دوست) نہیں سرکار دولت مدار کے ایجنٹ تھے جو حکومت کے استحکام کے لیے غیر انسانی حرکات تک سے گریز نہ کرتے۔

○ غیر ملکی اقتدار نے یہ قلعہ فتح کر لینے کے بعد عنایت کردہ تصور پیش کیا جسے مسلم عوام نے کبھی قبول نہیں کیا تھا۔ اب زمین کا مالک خدا نہیں بندے تھے۔ زراعت پیداوار خدا کی امانت نہیں جاگیر حکمرانوں کی عنایت تھے اور جن لوگوں پر یہ عنایت ہو جاتی وہ اپنے آپ کو مالک تخت اقلیم سمجھتے اب حکمرانوں نے تین بڑے طبقے پیدا کیے۔

انگریز کے پیدا کردہ تین طبقے

ان تین طبقوں کا وظیفہ حیات انہیں پر حکمرانوں کی غیر مشروط حمایت تھا یہ طبقے تھے۔ (۱) جاگیردار (اس میں وہ سب صنعت کار سب شامل ہیں جو انگریز دوستی (اس طبقے کی تشکیل زمین نے کی) (۲) جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو علوم تاریخ معاشرت اور طرز حیات سے یکسر بیگانہ تھا۔ اول الذکر طبقے نے خدا کی زمین پر اپنا غاصبانہ قبضہ قائم کیا۔ ثانی الذکر نے عیاری اور مکاری کو شعار ثانیہ بنایا اور تیسرے طبقے نے اس نظام تعلیم کے فروغ کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں جس کا وہ پروردہ تھا۔ نظام تعلیم کی یہ عمارت مسلمانوں کو اپنے شاندار ماضی سے یکسر بیگانہ کرنے کے لیے کھڑی کی گئی۔ انگریزوں کے نظام تعلیم نے مسلمانوں کو سخت جہالت کی پستیوں میں ڈال دیا۔ اب برعظیم کے مسلمانوں میں شاہ ولی اللہ اور علامہ فضل حق خیر آبادی ایسے نابغہ روزگار اور دیدہ ور نہیں۔ دفتروں کے کلرک اور بابو ٹائپ لوگ پیدا ہونے لگے۔ مسلمانوں کی عربی و فارسی سوانح و یتی

معمولات کی ادائیگی کے اور کسی کام کی نہ رہی۔ حد یہ ہوئی کہ سجادہ نشین حضرات نے بھی اپنے بچوں کو انگریزی اسکولوں کے پڑھایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی درس گاہوں کے سخت تربیتی نظام سے بالغ نظر اور خادم انسانیت بن کر آنے والے حضرات کی بجائے کالجوں سے آنے والے افراد انسانوں پر فرمانروائی اور "ہمچو ما دیگرے نیست" کی تربیت لے کر میدان عمل میں آنے لگے۔ چنانچہ وہ رفتہ رفتہ اسی نظام کے خاتمہ کی نظام مادیت کی نظام کا حصہ بنتے رہے۔

طبقۂ علماء

○ آخری چارہ کار کے طور پر مسلمانوں نے علماء سے رجوع کیا۔ یہ طبقہ ان کی اکثریت بھی ماضی پرستی کے خول میں بند رہی یا اس قدر متجددانہ خیالات کی حامل کہ دین ایک دیومالائی مسئلہ بن کر رہ گیا۔ ایک طرف علماء کا وہ طبقہ تھا جو ہر دور کے حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملانا اپنا فرض سمجھتا رہا اور دوسری طرف وہ لوگ جن کے خیالات باغیانہ اور عمل طبقہ تکفیر و تفسیق کے ناپسندیدہ رویوں کی تائید و تقریب سے بالاتر رہا۔

فقہ اسلامی کا جو ذخیرہ ہمیں آج ملتا ہے وہ ہمارے فقہاء کی ریاضتوں کی گواہی دیتا ہے لیکن یہ اپنے اپنے دور کے مجموعہ ہائے قوانین علماء کی عمل انکاری کے باعث ہر دور کے لیے ضروری احکامات قرار پائے تو امت پر ایک طرح کی مشقت اور جبری تقلید کا تسلط قوم ہو گیا ان بزرگوں کی ماضی

پرتی نے خیالات پرفقوں کے پہرے بٹھا دیے اور تحقیق و اجتہاد کی ٹھنڈی ہواؤں نے جمودوں سے امت مسلمہ کو اس طرح محروم کر دیا کہ وہ حال مستقبل سے کٹ کر رہ گیا۔ تنگ نظری ماضی پرستی ان تمام تشبیہ اور اس طرح کی دیگر خرافات کو تقدس عطا کر دیا اور تحقیق و تجسس کی صلاحیت اور اس کی معنویت اور اسلام کے عمومی مزاج سے اس حد تک صرف نظر کیا گیا کہ ایسی چیزیں کی دین کا حصہ بن گئیں جن کا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے نہ تو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے کوئی ربط تھا اور نہ صحابہ کرام کی زندگی سے ان پر وہ تمام تنقیدیں صحیح ثابت ہوئیں جو ان کے مخالفین نے کی تھیں۔ ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ۱۸ ویں صدی تک اپنے تمام مسائل کے لیے انگریزی قوانین کی طرف رجوع کرنے لگے۔ انگریزی قوانین کی بنیاد پر ہی ان کی عدالتیں فیصلے کرنے لگیں۔ انگریزی قوانین کے نام سے جو کچھ ان کے سامنے پیش کیا گیا بلا تامل قبول کر لیا۔ کسی نے یہ نہیں سوچا کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق بھی ہے یا نہیں۔ نہ اسے رسول اللہ ﷺ کے اقتدار سے کوئی نسبت تھی اور نہ ہی اس کے علاوہ یہ ان کے مسائل کا حل بھی نہیں تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان قوانین مثلاً ملکیت، مزارعت، کرایہ داری، معاشی درجہ بندی وغیرہ کو تسلیم کر لینے سے نہ تو ان کی عاقبت سنور سکتی ہے اور نہ مسائل حیات حل ہو سکتے ہیں۔ پھر کیوں نہ حکومت وقت کے ان قوانین کو بھی تسلیم کر لیا جائے جن سے کم از کم دنیا زندگی کے مسائل تو حل ہوتے ہیں۔

انہوں نے ملکیت زمین کے تصور کو اس سے تو قبول نہ کیا، ہر طرف

سے مایوس ہو کر اس کی راہ میں مزاحم بھی نہ ہوئے۔ جب انگریزوں نے دیکھا کہ تخت سلطنت سے لے کر محراب و منبر تک ہر جگہ خدا کی بجائے انسان کی حاکمیت اور قرآن و سنت کی بجائے دستور و مغربیت کے قوانین کا فسوں اپنا اثر دکھا چکا ہے تو انہوں نے باطل نظام کا خاتمہ شروع کیا۔ لیکن مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر نے تجربہ کی بھٹی میں ۱۹۵۷ء میں پہلا معرکہ برپا کیا جس کا مقصد نہ تو بادشاہت کا قیام تھا اور نہ ملوکیت زدہ قانونی معاشرے کی بقا۔ بلکہ یہ ایک ایسی انقلابی کوشش تھی جو اگر کامیاب ہو جاتی تو جہاں ایک طرف بادشاہت اور ملوکیت سے مسلمانوں کو نجات مل جاتی وہاں دوسری طرف انگریز کا سرمایہ پر مبنی نظام بھی اس خطے میں اپنی جڑیں قائم نہ کر سکتا۔

ہزار سالہ غلطیوں کا نتیجہ

ایک ہزار سالہ غلطیوں کا نتیجہ بندوق اور تلوار کی جنگ کی صورت میں ظاہر ہوا اور ظاہر ہے فتح بندوق کو حاصل ہونی تھی کہ زمانے کی رفتار کا رخ بندوق کی طرف تھا۔ تلوار میں بندوق کا مقابلہ کرنے کی نہ تو صلاحیت تھی اور نہ حکمت عملی کا مقابلہ تلوار کی دھار سے کیا جا سکتا تھا۔ جس طرح روحانی مسائل میں مادی وسائل کام نہیں دیتے اسی طرح خالصتاً مادی معاملات میں صرف اور صرف روحانی مسائل پر مبنی نظام بھی چنداں فائدہ مند ثابت نہیں ہوتا۔

تحریک آزادی کے بعد

۱۸۵۷ء کی انقلابی تحریک ناکام ہونے کے بعد انگریز کے لیے راستہ صاف

تھا۔ اب قاضی کورٹ برخاست ہوئے' بندوبست اراضی از سر نو کیا گیا اور اپنے پالتو افراد کو بڑی بڑی جاگیریں اور جائدادیں عطا کر کے عامۃ الناس کی گردنوں پر سوار رہنے کا طویل منصوبہ ترتیب دیا گیا۔ برعظیم کے مسلمانوں پر نکبت و ادبار کا یہ دور تاریخ کا خونچکاں باب ہے۔ ایک طرف غیر ملکی حکمران ان کے ذہنوں پر شب خون مار رہے تھے اور دوسری طرف ہندو بنیا ان کے معاشی استحصال میں مصروف تھا۔ مسلمان چکی کے دو پاٹوں میں پس رہے تھے لیکن ان کے حواس بجا تھے اور وہ اپنے قوافل حالات سے مایوس ہو کر بھی جدوجہد کا راستہ ترک کرنے پر تیار نہ تھے۔

عوامی سوچ اور مذہبی حلقے کی کارگزاری

ایک طرف عوام کی سوچ کا انداز یہ تھا اور دوسری طرف ہمارے مذہبی حلقے انگریزوں کے بندوبست اراضی' قوانین شفعہ' تصفیہ' ملکیت اور اس طرح کے غیر اسلامی اقدامات کے جواز اور ملکیت میں مرتب کردہ مسلمانوں کی فقہ میں تلاش کرنے کا کارِ خیر کر رہے تھے۔ ان کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی' صحابۂ کرام کی اکثریت کا اختیاری فقر' طبقہ مترفین کے خلاف ابوذر غفاریؓ کا احتجاج' اور امام ابوحنیفہؒ کا مزارعت کے خلاف تاریخی فتویٰ قانون عمل نہ تھا اور نہ اس قابل کہ معاشی قوانین کی بنیاد بن سکے۔ البتہ بنواُمیہ کی نسبی وراثت اور بنوعباس کی عیش و عشرت سے معمور زندگی اور اُس دور کے قوانین نہ صرف غیر متبدل تھے بلکہ اُن کو عصری تقاضوں

کے مطابق اصلاحی اقدام سے دریغ کی روش تھی۔ اس پر پھر گرفت
سے انحراف اور اس سے قطع تعلق کے مترادف تھا۔

ایسے حالات میں ان باتوں کی ضرورت تھی کہ ان سے معافی اور
تلافی انصاف پر مبنی معاملات کا خاکہ اس کے خلاف سے محفوظ رہنے
والے کو پیش کیا جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو تکلیف دہ تجربے سے گزرنے والے
فریق کو اس کے حقوق کے تحفظ کی یقین دہ [illegible]
انصاف کا کوئی [illegible]
کے لیے [illegible]
آگیں [illegible]
کہ [illegible]
ادارے [illegible]
کے [illegible]
ہو جائیں۔ [illegible]
[illegible]

ایسے حالات میں [illegible] کی [illegible] اور
کمیونٹی [illegible] کے [illegible] اور [illegible]
انحراف کی [illegible] اس کا [illegible] بھی [illegible] اور [illegible]
کا رخ اصل [illegible] بنانے میں [illegible] ہو جائے گی۔ [illegible]

کار لاتے ہوئے مسلمان قوم کو یہ باور کرایا کہ اس ملک کے مسائل اور مسلمانوں کی مشکلات کا واحد حل ایک ایسی ریاست کا قیام ہے جس میں اسلام کا منصفانہ نظام نافذ کیا جا سکے۔ یہ تجربہ گاہ اپنی کامیابی کی صورت میں پوری دنیا کے مسلمانوں کو ملّت واحدہ میں بدلنے کا ذریعہ بنے گی۔

مطالبۂ پاکستان کی عوامی پذیرائی

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مطالبۂ پاکستان کی عوامی پذیرائی دراصل ایک منصفانہ معاشرے کے قیام کی خواہش کا مظہر تھی۔ برعظیم پاک و ہند کے مسلمان سمجھتے تھے کہ پاکستان کی شکل میں ایک ایسی ریاست نصیب ہوگی جہاں:

- مذہبی طور پر وہ آزاد ہوں گے اور اپنے دینی معمولات کی ادائیگی میں انہیں کسی قسم کی پابندیوں سے گزرنا نہیں پڑے گا۔
- وسائل رزق سب لوگوں کے لیے یکساں طور کھلے ہوں گے اور کسی فرد یا طبقے کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اللہ کے ان عطیات کو استحصال کا ذریعہ بنا لے۔
- سماجی انصاف پر مبنی ایسے معاشرے میں انہیں انسانی عزت و وقار حاصل ہوگا اور وہ آزاد اور خوشحال زندگی بسر کر سکیں گے۔
- یہ ریاست ملوکیت، جبر و استبداد، آمرانہ طور طریقوں، ظالمانہ مزاج کے نظام سرمایہ داری کا قبرستان ثابت ہوگی اور یہاں خلافت علیٰ منہاج

البتہ کا قیام عمل میں آنے کا جو صدیوں سے مسلمانوں کا نصب العین چلا آ رہا ہے۔

قیام پاکستان میں قربانی دینے والے اور اس کی راہ میں رکاوٹ بننے والے کون لوگ تھے

یہی وجہ ہے کہ تحریک پاکستان میں قربانیاں دینے والے عام مسلمان تھے اور اس مطالبے کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والے وہی مٹھی بھر ظالمین اور بڑے بڑے سرمایہ دار اور جاگیردار تھے جو ہمیشہ انتخابی صداقت کا گلا گھونٹنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ مسلمانوں سے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں مطالبہ پاکستان کو جس لوگوں نے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ یہ زمیندار ہی تھے جماعت بالیسٹ یونینسٹ پارٹی کی صورت میں اور پورے ملک میں ایک طرف مسلمان عوام پاکستان کے حق میں یکجا تھے تو بڑے بڑے خوانین ان کی مخالفت میں کمر بستہ تھے۔ یہ وہ جاگیردار مسلم عوام پاکستان کا مطالبہ ایک ایسی ریاست کا قیام تھا جو ان کی مذہبی آزادی اور معاشی استحکام کا موجب ثابت ہوتی اور جس میں مذہبی سیاسی معاشی اور معاشرتی استحصال کا خاتمہ ہوتا وہاں ظالمین کا یہ طبقہ اسے اپنی موت سمجھتا تھا۔

بالآخر مسلم عوام کی قربانیاں رنگ لائیں اور 14 اگست کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی تاریخی تقریر میں قیام پاکستان کے جن مقاصد کا اعلان کیا ان میں طبقاتی اونچ نیچ کے

[illegible]

نوزائیدہ اسلامی ریاست پر تین اطراف سے حملہ

تھا۔ کیونکہ لیاقت علی خان نے ایک بڑے فیوڈل لارڈ ہونے کے باوجود کراچی میں جس قسم کی سادہ اور تکلفات سے عاری زندگی کا آغاز کیا تھا اس سے ان طبقوں کو کئی خدشات لاحق ہو گئے تھے۔ گو لیاقت علی خان سے کسی انقلابی اقدام کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی لیکن قائد اعظم کے مخلص ساتھی ہونے کے ناتے وہ بہر حال ان مقاصد سے انحراف کے نہیں سوچ سکتے تھے، جو قیام پاکستان کا جذبہ محرکہ تھے۔

لیاقت علی خان کے بعد حکومتوں کا عمومی مزاج

لیاقت علی خاں مرحوم کی شہادت کے بعد قائم ہونے والی حکومتوں کا عمومی مزاج تحریک پاکستان کے مقاصد سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا اس کے علاوہ سیاسی جماعتیں بھی کرسی کے کھیل میں اس قدر محو ہو گئیں کہ عوام کے مسائل کا حل اور اسلامی نظام کا قیام قصہ پارینہ بن کر رہ گئے۔ مختلف حکومتوں نے مختلف اوقات میں جو اقدامات کیے وہ عوام کے بجائے ایک مخصوص طبقے کے مفادات کی حفاظت کا ذریعہ بن گئے۔ چنانچہ رشوت، سفارش، اقربا نوازی، بددیانتی، اسلامی اقدار اور تعلیمات سے صریح انحراف اور سرمایہ دارانہ طرز زندگی کو فروغ حاصل ہوا اور قوم اور معاشرہ آہستہ آہستہ اس منزل کی طرف بڑھنے لگے جسے قرآن نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

ظہر الفساد فی البر والبحر

ظالمین اور مُسرفین کے نئے نئے چہرے

اب زمینیں اور کارخانے استحصال کا مرکز بن سکے۔ وہ نئیں اور کاروبار بینک مالیات اور ناجائز منافع کا ذریعہ تقسیم دولت کے عدم یا بد معاشی فحاشی اور اسلام کے خلاف سازشوں سے اسی طرح سیاست استحصال کرنے والی طاقتوں اور اسلامی کا ذریعہ بن گئی ہیں پرانی حکومتیں تبدیل ہوتی رہتیں لیکن یہ ظالمین و مسرفین چہرے بدل بدل کر بھی انہی چہروں کے ساتھ صف آرا نظر آتے ہیں قدم قدم پر ان کے ساتھ ان کے اسلام کا مذاق اڑاتے رہے پارلیمنٹ پر چھائے رہتے ہیں یا اسلام کا مقصد وہی نظام سرمایہ داری کا تحفظ یا پھر کمیونزم سے جہاں نظام مرتب کرتی تھی۔

مذہب کا نام لینے میں یار لوگوں کی حکمتیں

مذہب کا نام بھی بہت لیا گیا مقصد یا تو بادشاہ وقت کو خدا اور منصب کا اہل ثابت کرنا تھا یا پھر استحصالی نظام کو مذہب کی طرف سے سند جواز مہیا کرنا تھی۔ سیاسی میدانوں میں مذہب کا نام لینے والوں کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل تھی جو نان شبینہ کے لیے ایک عرصے سے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے محتاج چلے آتے تھے۔ اب ان لوگوں کے لیے ممکن ہی نہ تھا کہ وہ اپنی پرانی ڈگر سے ہٹ کر نئے انداز میں سوچنے اور عصری تقاضوں کا احساس کرنے کی زحمت گوارا کرتے' ان کے نزدیک اسلام کا زیادہ سے زیادہ ترقی یافتہ تصور وہی تھا جو مسلم بادشاہوں کے دور میں سرکاری فقہائے

پیش پیدا اجتہاد ۵۰ء ۱ز ۲۰۰۰ء پہلے ہی بند کر چکے تھے۔ ہوئے انگلستان والوں نے تین طاقتیں دے دی تھیں۔ اب ۲۰۰۰ء ان باتوں سے بدلتے ہوئے ان کے محدود علاقے میں نہیں آتی تھی۔ نقش اس ہاں کی [illegible] کہ نبو امیہ اور [illegible] علاقے [illegible] علاقے تھیں [illegible] نسبت [illegible] تھی۔ دراصل یہی وہ [illegible] نوب فرمایا ہے حضرت اقبال نے

[illegible]

[illegible]

انگریز کے جانشین

[illegible] یا تو [illegible] انگریزی تہذیب [illegible] سے [illegible] تھے [illegible] سے [illegible] تھے [illegible] انگریز کے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

جدید تعلیم اور اخلاقیات کی کارکردگی

پاکستان کے اساسی نظریات اور اسلامی اقدار کے خلاف کھلی اور چھپی مخالفتوں کا وطیرہ اختیار کر کے ملک کو دولخت کر دیا۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات

جاگیرداروں کے مظالم، سرمایہ داروں کے استحصال، سیاست دانوں کی ریشہ دوانیاں، ملازمین کی مفاد پرستی اور مذہبی طبقے کی بے حسی کے نتیجے میں خرمنی کا جو احساس ملک میں پیدا ہوا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں یہاں سوشلزم کا نعرہ لگا۔ کوئی مساوات محمدی، اسلامی سوشلزم اور اس طرح کے نئے اور نام بھی دیے گئے، لیکن حقیقتاً یہ محروم طبقوں کے استحصال کا ایک بہترین طریقہ تھا۔

یہ نعرہ وہ جادو تھا جس سے عوام کو پہلی بار روشنی کی ایک کرن نظر آئی۔ نعرہ لگانے والوں کے مقاصد کچھ اور تھے لیکن یہ نعرہ ع

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

کی تفسیر بنا اور مشرقی و مغربی پاکستان کی ۱۳ سالہ نا انصافیوں کا خاتمہ کر گیا۔

بے بصیرتی

اس موقع پر مذہبی طبقے نے اپنی کند ذہنی اور بے بصیرتی کا ایک اور ثبوت مہیا کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ عوام کے بپھرے ہوئے مزاج، حالات اور اس نعرے کی اہمیت کا اندازہ لگاتے اور اسلام کے معاشی نکات کی عصری تعبیر و تشریح کے ذریعے عوام کو اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف متوجہ کرتے،

انہوں نے اس نعرے کی مخالفت شروع کر دی۔ مغربیت مایل جاہ پرست
ایک طرف عوام کی شہ مریت اور دوسری طرف اسلام کا نعرہ لگاتے تھے۔ دوسری
طرف اسلام کا نعرہ لگانے والے اور دوسری طرف عوام کی حمایت حاصل کرنے
میں۔ حالانکہ اسلام اپنے پیروکاروں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ
بھروسہ اپنے اللہ کی خدا کی ذات پر رکھیں۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ
مسلمان ہمیشہ عزت و مسکنت کی زندگی بسر کرے۔ یہ مغربیت کا
حصول ہے۔ انسان کا قتل ہے۔ اسلام اپنی تعلیمات سے ایسے آدمی
کے لیے بنیادی شہریت کا حق سے ان کی یہ اصل اصول قبول کرتا
ہے۔ ارشاد الٰہی ہے

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا

خدا نے ہر جاندار کی روزی کا ذمہ لیا ہے۔

اس "بے بصیرتی" کا نتیجہ

اس سیاسی بصیرت کا نتیجہ عام طور پر مغرب میں بیٹھے ہوئے
اور مشرق میں عوامی لیگ کی کامیابی کی صورت میں ہے۔ اس موقع پر
بڑے بڑے جاگیردار سرمایہ دار مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے ساتھ
مفتیان نظام اپنی خدمتیں خط رہے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ خوش فہمی ہے کہ ان کے
مقتدیوں کی تعداد ہزاروں اور مریدین کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے ان
کے ووٹوں کا سودا تین سندھ سے آگے نہ بڑھ سکا اور یہ مقابلہ

اسلام اور عام نیشنلزم کے درمیان حقیقی اختلاف سے ان "نادان دوستوں" کی مہربانی سے (معاف کیجئے) اسلام کو شناخت فاش ہوئی۔

حقیقت حال

حالانکہ یہ بات مرے سے ہی غلط ہے یونکہ جو لوگ روسی کمیونزم کا خوف دلاتے تھے ان کی اکثریت بھی مسلمان تھی اور وہ اسلام سے اختلاف کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اس سے علاوہ اگر اسلام سوشلزم اور کمیونزم کی مصنوعات کا مخالف ہے تو سرمایہ دارانہ نظام کا بھی کٹر اور کوئی شعبہ بھی اس کے کسی قسم کا ظلم برداشت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ اور غیر ملکی سامراج کے درمیان مقابلہ تھا اور بدقسمتی سے "اسلامی ممالک" نے پہلے تو سرمایہ دارانہ نظام کے پلڑے میں اپنی تمام قوت ڈالی اور اسلام کے خلاف ہر ممکن اقدام کرنے کی کوشش کی۔

پاکستان کی تقسیم

عام انتخابات کے بعد ملک جن حالات سے دوچار ہوا وہ ہمارا موضوع نہیں ہے لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ملک کی تقسیم کی سیاسی اختلاف کا نتیجہ نہیں بلکہ پچیس سالہ معاشی اور سماجی محرومیوں کا نتیجہ تھی۔ یونکہ مشرقی پاکستان (سابق) کے عوام ہندو کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے بعد بھی ہندو اور مسلمان کے مشترکہ استحصال کا شکار ہوتے جس سے ان کا ذہن انتقامی جذبات سے مالامال ہو گیا۔ شکستہ حال پاکستان میں روٹی، کپڑا اور

مکان کا انعام دلانے والوں کی حکومت قوم بنی تو عوام کا ایک حصہ ان لوگوں سے انہیں تعلق ہوا یہ اب وہاں سے مسائل کے حل میں کچھ دلچسپی لیں گے لیکن یہ برسر اقتدار گروہ تو پوری حکومت کا ایک ایسا طبقہ تھا جو صرف اپنے لیے، اپنے اور مکان کی دولت میں حاصل کرنا تھا۔

بہتر نعرہ برائی کے فروغ کا ذریعہ

ان لوگوں نے ایک اچھے نعرے کے ذریعے قوت حاصل کر لی اس قوت کو برائی کے فروغ کا ذریعہ بنایا۔ یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے معاشی الجھنوں کا شکار ہو جانے کی وجہ سے قوم میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوتا ہے اور ایسی بے چینیوں کو اپنے حق میں بدلنے کے لیے ہر انقلاب پسند اور انتظام مایوسی اور اضطراب کی حالت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

محاذیت کے اس دور میں سب سے بڑا ظلم کا یہ تھا کہ عوام کے ایک بڑے حصے کو ظلم و استحصال کی علامت بنا دیا گیا تھا۔ عوام کا یہ حصہ قوم کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہو گیا۔ اس دور میں اس طبقے کے اقدامات بھی ہوئے۔ منفی انداز میں سہی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا زور توڑنے کی کوشش بھی کی گئی لیکن ٹریجڈی یہ ہوئی کہ اس ذہنیت کا ایک اور طبقہ پیدا ہو گیا جو ان سے زیادہ کمینہ، مفاد پرست اور ظالم تھا۔

حالات کا تقاضا

ان حالات کا تقاضا تھا کہ محروم طبقوں کے مفادات کی حفاظت کی

فرد اور ان گروہوں کی طرف سے بلند ہوتا جو اسلام کے علمبردار تھے تاکہ عوام جو برسر اقتدار گروہ کے ظلم و تشدد سے تنگ آ چکے تھے اسلام کے دامن عافیت میں پناہ لیتے مگر وہ خلافت ظلم کرنے کے بعد بھی اور برسر اقتدار رہنے کے بعد بھی عوام عوام پکارتے رہے اور یہ روایت و ہمت اسلامی کے علمبردار اسلامی ذہنیت اور اسلامی ادارہ کی تحریک کے خلاف سے نفرت کی پوری جمع کرتے رہے۔

پاکستان کی ملی زندگی کا اہم موڑ

اب پاکستان اپنی ملی زندگی کے ایک اہم موڑ پر ہے ایک طرف سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ قابض حکومت ہے جس نے عوام کو بھی سمجھنا نہیں سیکھا ہے۔ یہ طبقہ ہمارا سمجھتا ہے کہ ایک ایک مسلمان کی بات کی گارنٹی پیش کرتا ہے کہ مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور اس کا ایمان اس کے دل میں ہے اور وہ اس عقیدہ کو اپنا کام سمجھتا ہے۔ یہ محض اس لیے کہ وہ ذات سے ہم ذات کا مالک صرف ذات کو تسلیم کرتے ہیں اسے ہی وہ اور بڑائی سمجھتے ہیں اور وہ یہ عمل ان کے لیے صرف ذات کی بات ہوتا ہے۔ وہ اسلامی ذہنیت اور اسلامی انسان کی بڑائی اور اس طرز کا شرف سمجھتے ہیں جس طرح ان کے نزدیک کسی دوسرے کے سامنے جھکنا ذلت کا شرف ہے اور وہ ہر اس عمل کو ٹھکراتے ہیں جو اسوۂ رسول سے ملتا ہے۔ کئی سال کی محرومیوں اور باطل نظام کے ساتھ مسلسل مزاحمت نے اب ان کی مخالفت کا

رخ انتظامی طرف موڑ دیا ہے۔ اب وہ اپنے سیاسی مسائل کو فوجی
حکمران چٹکیوں اور بیوروکریٹ مسائل سمجھ بیٹھے ہیں۔ انہیں ان مسائل
سے عہدہ برا ہونے کے بارے میں زیادہ خوش فہمیاں ہیں۔ اب ان کی خواہش
صرف یہی نہیں کہ وہ خوشحال آدمی بن جائیں بلکہ ملک سے خوشحالی اور
دولت مند طبقے کی تباہی کی آواز بلند ہونے لگی ہے۔ اس لئے وہ حلال روزی
کے بجائے وہ حلال کو جائز انتظام ملک و ملت کی تباہی کے ذمہ دار
مذہب کے نام لیوا ہیں۔ ان کی بات سننے پر آمادہ ہیں۔ ان کی غلامیوں کو ان
کی قسمت کا حصہ سمجھ لیا ہے۔ اس لئے وہ کھلے لئے کھل چھینے کے
لیے تیار ہیں اور وہ اس وقت تک نہیں رکتے جب تک ان کی یہ سوچ پختہ اور مستحکم
نہیں ہو جاتی ہے۔

○ اب اس مذہب سے بیگانہ، غیر ملکی ذہن کے حامل حکمران (العیاذ
باللہ) کو تعلیم دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مسلسل محنت، مشقت
اور جہد و جہد کے بارہ بارہ گھنٹے کی بجائے یہ لوگ عیش و عشرت اور بے
محنت کام پیسہ اور حرام خوروں کو ہم پر مسلط کیے ہوئے ہے جو
ہمارے گاڑھے پسینے کی کمائی سے اس خدا کے قوانین کی دھجیاں
بکھیرتے ہیں، شراب، زنا، ظلم، رشوت اور اس طرح کی دوسری
برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، لیکن روز بروز ان کی خوشحالی اور
ہماری بدحالی میں اضافہ ہو رہا ہے حالانکہ ہم اس کے سامنے سر بھی

جھگڑتے ہیں اور ان بُرائیوں سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔

وہ ایک ایسے مُعاشرے میں جینے کے لیے تیار نہیں جہاں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون نافذ ہو۔ وہ ایک ایسے عادلانہ مُعاشرے کی آرزو میں جیتے رہے ہیں جس کا مالک عادل اور رحمان و رحیم خدا ہے۔ جس کی نگری اندھیر نگری نہیں اور اس کا راجا چوپٹ راجا بھی نہیں۔ عادل خدا کا نام لینے والوں کا تو یہ فرض بھی ہے کہ وہ ہر بے انصافی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں نہ یہ کہ تقدیر کے حوالے سے بے انصافیوں کو سند جواز فراہم کرتے رہیں۔

○ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ کے ہوتے ہوئے کسی شخص یا ادارے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے غلط خیالات، نظریات اور بُرے عمل کو لوگوں کے لیے باعثِ تقلید قرار دے۔ وہ یہ ماننے کے لیے بھی تیار نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور آپ کے فرمودات کو تو درجہ استناد میں رکھا جائے البتہ وہ سارے لوگ خواہ ان کا تعلق کسی بھی طبقے سے ہو، ان کی زندگیاں اور ان کے منہج کردہ قوانین پوری اُمت کے لیے خدائی قوانین قرار پائیں۔

○ صحابہ اُمت اور رسول اللہ ﷺ کے روحانی جانشینوں کی نجی ملکیت، ذاتی حاکمیت اور اس طرح کی دیگر باتوں کے خلاف عملی جدوجہد کو نظر انداز کر کے حاطبین اور سرکاری درباری قسم کے مُلّاؤں کی مُسرفانہ

زندگی کو خود ساختہ قوانین اور فنی عیاشی و اسمائی طرز حیات سمجھنا اپنے ساتھ ہی نہیں اپنی آئندہ نسلوں کے ساتھ بدترین دشمنی ہے اور چونکہ اسلام نام ہی ہے ان فقہی موشگافیوں کا جو دور مدنیت میں وجود میں آئیں اس لیے یہ اسلام سے بے بنیاد جملہ جو ہمارے دشمنوں کا علاج بننے کی بجائے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام دیتا ہے۔

بحالات موجود غربت اور افلاس کے ہاتھوں محروم طبقوں کا مقابلہ سرمایہ دارانہ نظام اور مذہب کے فرسودہ تصور سے ممکن نہیں نہ موجودہ نظام میں اصلاحات کے عمل سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ قومی زندگی میں تبدیلیاں انقلابی اقدامات کے ذریعے عمل میں لائی جاتی ہیں۔ ایسے وقت آن پہنچا ہے۔ اب یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ یہاں اسلام کس شکل میں موجود رہنا چاہیے یا نہیں اس ملک اور قوم کو مقدر بنانا چاہیے یا نہیں۔ یا تو سرمایہ دارانہ اور سرمایہ دارانہ سوچ کے حامل اسلام کا تحفظ اب ممکن نہیں۔

ہمارے خیال میں اس ملک کے عوام کے مسائل کا حل اور ان کی نجات کا واحد ذریعہ اسلام کا وہ انقلابی تصور ہے جس نے چودہ صدیاں قبل

- سرمایہ پر محنت کی عظمت
- مزدور، کسان، ملازم، خواتین اور دوسرے طبقوں کی حفاظت
- اسلحہ و نجی ملکیت میں بتدریج کمی
- اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کے قیام کا علم بلند کیا اور دیکھتے

WWW.NAFSEISLAM.COM

حواشی

۱ ۔۔۔۔۔

۲ ۔۔۔۔۔

وقت کی آواز

نے اپنے دنیوی مسائل کے لیے اسلام کو روشنی کا مینار سمجھا اور ع

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

کہہ کر دیوانہ وار اس کی طرف لپکی۔ اور واقعی اسلام نے شاہ و گدا، امیر و غریب اور بندہ و آقا کے تمام مصنوعی امتیاز مٹا کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی برسوں میں فقراء کی یہ بے سر و سامان جماعت دنیا کی عظیم ترین طاقت سمجھی جانے لگی۔ جب تک یہ جماعت انہی خطوط پر زمن و زمن چلتا رہا، دنیا اس کے ضابطوں اور قوانین پر حکومت کی چھری کے خوف کی بجائے محبت اور رضا کارانہ بنیاد پر عمل پیرا رہی وہ اس پروگرام کو آخرت کے ساتھ ساتھ اپنے دنیوی مسائل کا بھی واحد حل سمجھتی تھی۔ تا آنکہ خلافت راشدہ کا مبارک ادارہ ختم ہو گیا اور ملوکیت کا دور شروع ہوا۔ اس دور نامسعود میں دین اور شریعت کے ضابطے صرف ادائے عبادت اور اخروی زندگی کی بہتری اور نجات تک محدود ہو کر رہ گئے انہیں دنیا سے عملاً کوئی واسطہ نہ رہا۔ عبادات کو ایک خاص قسم کا تقدس دے کر آخرت کے ساتھ پیوستہ کر دیا گیا اور دنیا کے تمام مسائل کو بظاہر مکروہ اور منحوس قرار دے کر بادشاہوں نے اپنی تعویذ بیدکا فتح بنا لیا۔ یہ دین اور شریعت سے جان چھڑانے کی بہترین ترکیب تھی۔ مگر اس سے دین کے اس آفاقی تصور کو مفلوج کر دیا گیا جو اپنے دامن میں دنیوی مسائل کے بہتر اور زیادہ قابل عمل حل کے ذریعے عام آدمی کے دل میں اپنے لیے بے پناہ کشش اور جاذبیت رکھتا تھا۔

اب دین یا شریعت کا مرکز ثقل معاشی اور معاشرتی مسائل سے ہٹ کر اخلاقی مسائل بن گئے تھے۔ وہ صرف خانگی زندگی کے چند اصول اور اخلاقی ہدایات پر مبنی ایک ایسا پیشہ تھا جس کا اس دنیا میں تو کوئی فائدہ نہیں تھا۔ البتہ اس کے پیچھے آخرت میں ثواب اور جنت کی بشارتیں یقیناً موجود تھیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر کسی شخص کو آج کل میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو وہ پہلے آج کے بارے میں سوچے گا اور آنے والے کل کے متعلق آج کے اندیشہ ہائے دور دراز سے کہیں بے نیاز ہو کر اپنے فوری مسائل پر آمادہ عمل ہو جائے گا۔ اس میں قصور کسی فرد کا نہیں بلکہ حالات کا باعث بنے گا اس کی خواہش ہوگی کہ آنے والے کل کے مسائل پر آج کے بعد آنے والے حالات پر توجہ دینے کی ذمہ داری ڈال دے۔ چنانچہ اب یہ شخص یہ فیصلہ کرنے کے لئے دنیاوی زندگی کے مسائل پر غور کرے گا۔

دوسری طرف وہ ہے جس نے انقلاب اور تبدیلی کے ایسے حالات کے مسائل کے انبار لگا دیئے۔ مسائل کی نوعیت ہی بدل گئی۔ انسانی خدمت کے معیار تبدیل ہو گئے۔ گویا ایک جدید دنیا وجود میں آ گئی جس کا دارومدار شدید کشمکش محنت یا دوسرے الفاظ میں میری مکاری اور دماغ کی بازی گری پر مبنی تھا۔ اس مشینی دور کا انسان ایک ایسے فلسفہ پر کاربند تھا جس طرح عمل پیرا ہوتا ہے جو اسے اس برق رفتار دنیا میں رتی بھر فائدہ نہ دے۔ یہاں تو بات منٹوں کی نہیں سیکنڈوں اور لمحوں کی تھی۔ ممکن تھا کہ اس کارگاہ حیات میں

زرائی غلبت کرنے والا شخص دنیا میں اپنا وجود باقی رکھنے پر قادر نہ ہو سکے اور وہ اس جدوجہد میں اپنی جان ہار بیٹھے۔

اسلام کے دامن میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی جس چیز کی کمی تھی وہ یہ تھی کہ اس کی طاقت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو اس کے صحیح نمائندہ نہ تھے۔ جہاں سے کارواں کو پہلے اتارا گیا تھا وہ مدت تھی کہ اسے دوبارہ وہیں سے پھر پھر چلایا جاتا۔ ایسا نہ کیا گیا۔ کارواں برابر اپنی منزل سے دور ہٹتا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمان آہستہ آہستہ دین سے لگتا اور دنیا میں لگتا گیا۔ دین و دنیا کی یہ تفریق افسوس ناک سانحہ اور اسلام کے لیے انتہائی خطرناک مرحلہ تھی۔

مسلمانوں کے دورِ عروج میں مرتب کی گئی فقہ میں خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ علماء کی ذہنی کاوشیں اور اسلامی دستور العمل کے بارے میں ان کی ژرف نگاہی اپنی جگہ درست مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے اپنے دور کے ان مجموعہ ہائے قوانین کو قرآن و حدیث کا درجہ نہیں دے دیا جانا چاہیے۔ آج دورِ حاضر نے جو مسائل پیدا کیے ہیں اور ذرائع ابلاغ نے جس طرح پوری دنیا کو ایک ملک کی حیثیت دے دی ہے پھر مختلف اقوام کے افکار، نظریات اور سماجی نظاموں کے اثرات سے جس طرح پورے طور پر بچنا ممکن نہیں رہا گیا

نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمان آہستہ آہستہ دین سے لگتا اور دنیا میں لگتا گیا۔
دین و دنیا کی یہ تفریق افسوس ناک سانحہ اور اسلام کے لیے انتہائی خطرناک

دیں۔ صرف اس سے استفادہ کریں۔

کیوں نہیں ہوتی سحر حضرتِ انساں کی رات

راقم السطور نے ایک فقہ اسلامی کا مطالعہ کیا اور اس کی تدوین، ترتیب اور تصنیف کا سارا سرمایہ منطق اور کلام کا سارا معاملہ عقلی تقریریں، نصیحت آموز دلیلیں، تبلیغ و وعظ رفیع ہی اداروں اجتہادات و اجماع کی تھی۔ مسلم قوم میں اجتماعی ضابطہ حیات اور قوانین کے اجراء میں ہماری مدد کیسے کر سکتے تاوقتیکہ ہم مسلمانوں کے زندہ مسائل کا وقت کی آواز کے مطابق دین اور شریعت سے ناتہ نہیں جوڑتے۔ ہمارے فقہاء دین و شریعت صرف مسجد سے ماذکا نام رہے اور باقی مسائل دنیا کے تابع رہیں تو ایسا دین و شریعت کا نظام مسلمانوں کو کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ مسلمان یہاں سے اپنے اوپر ظلم کریں گے۔ تمام تر احترام کے باوجود میں علمائے کرام سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ وہ ہمیں واضح الفاظ میں بتائیں کہ معاہدہ لوزان کی سنگین دفعات کے بارے میں ہمیں کیا خوش خبری سنائی ہے؟ اس سے بڑی بدترین قسم کی جاسوسی، صنعت کاری اور لوگوں کا خون چوسنے والے انتخابیوں کو درست کرنے کا کیا پروگرام ہے؟ انگریز بہادر کی خوشامد اور وطن دشمنی کے نتیجے میں بڑے بڑے مربعے حاصل کرنے والے تمندداروں اور اپنے وطن کی لاشوں پر اپنی شخصیت کے محل تعمیر کرنے والے فرعونوں کے لیے اس کے اوراق میں کون سا نسخہ ہے؟ ساٹھ سال سے لاکھوں مسلمانوں کی قربانی پر قائم

ہونے والے اس آزاد مسلم ملک کو لوٹنے مفتوحہ مال سمجھ کر اس پر پل پڑنے اور اسے اپنی منزل سے بالکل مخالف سمت لے جانے والی انگریز بہادر کی معنوی اولاد کے بارے میں اس کا فتویٰ کیا ہے؟ اس مشینی دور کے انقلاب نے مزدور اور مالک محنت کش اور سرمایہ دار اور خدمت و سرمایہ کے ضمن میں جو مسائل پیدا کیے ہیں اور جن میں ایک دنیا کی دنیا پس رہی ہے ہماری انقلابی فقہ اس کا کیا حل پیش کرتی ہے؟

آنحضور ﷺ اور خلفائے راشدین کی مبارک سنت اور علمائے اسلام کے بزرگ اور بڑے بڑے مذہبی لیڈروں کی تعلیمات و تعلیمات سے ہماری موجودہ زندگیوں کو کس حد تک میل کھاتی ہے؟ علی ہذا القیاس ایسے بہت سے معاملات بھائی اور داماد کی موجودگی میں خلافت ایسے بنیادی مسئلے کو مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دینے والی شخصیت سے نام لیوا دنیا کی عظیم ترین حکومتوں نے خلیفۃ اللہ اور السلطان العادل کے الفاظ لکھتے ہوئے اور فقہ کی کتابوں میں یہ تک لکھوا دیا کہ سلطان (حالانکہ "سلطان" کا لفظ ان معنی میں خود غیر اسلامی ہیں) کی اجازت کے بغیر کسی قصبے میں جمعہ و عیدین کا اجتماع ممنوع ہے۔ کیا فرماتی ہے فقہ اس باب میں؟ سو بندہ پرور ارش نے اس صلاحیتوں کے خول سے باہر نکل آیئے۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ وقت کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ حقائق کا مقابلہ کیجیے۔ اخلاقی جرأت سے کام لیجیے۔ اب صورت حال بقول علامہ اقبال یہ ہے ؎

دو میں ہیں ولولۂ انقلاب سے بیگانہ
قریب آ گئی شاید جہاں پہ موت!

آج کا انسان اس دنیا میں مال کے پیچھے جو غلط اور احمقانہ اقتدار اور سماجی جاہ و مرتبہ کے پیچھے جس بے قراری سے محنت، کشمکش اور آپا دھاپی میں مصروف ہے، یہ انسان اتنی بڑی اور اتنی حسین دنیا میں رہتے ہوئے بھی آپ اپنے لئے ایک تنگ و تاریک دنیا میں اپنی بڑی بھی بھی چھوٹی سی دنیا بنا رہا ہے۔

دارُو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

آپ ان لوگوں سے جو مختلف قسم کی الجھنوں میں مبتلا ہیں، چاہتے ہیں۔ اگر آپ ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ان کے پاس پیغامِ رحمت، پیارِ محبت اور دوستی کا ہاتھ لے کر جائیے۔ ان کی غلط فہمیوں کو دور کیجیے اور کتاب و سنت کی روشنی میں سیرت سید المرسلین ﷺ اور سیرت خلفائے راشدین و دیگر اولیاء اللہ کے مطالعہ سے انسان کے اصلی مقصدِ حیات کا سیدھا راستہ نہایت مرتب کیجیے، جس میں سرفہرست اس کے معاشی مسائل ہیں۔

صنعتوں اور ملازمتِ عامہ کی تمام دیگر پیشوں کو پرائیویٹ سیکٹر سے فوری طور پر نکال کر اجتماعی مصالح کی خاطر قومی تحویل میں لے لیا جائے۔ حضرت علامہ نے بہت پہلے فرمایا تھا

ہمارے ہواؤں میں ہے عریاں بدن اس کا
دیتا ہے بنہ جس کا امیروں کو دوشالہ

ملازمتوں یا خدمتِ خلق کے اہم مناصب کے لیے اہلیت اور معیار کا تعین کئے برسے سے کیا جائے۔ انگریز بہادر کی یہ مخصوص نگریاں جو کالے انگریز پیدا کرتی ہیں ان کی ذاتی زندگیاں اتنی غلیظ اور سیہ ہیں کہ انہیں کسی زندہ قوم کی ملی خدمت پہ نہیں کی جا سکتی۔ اگر بھی پاکستان کی تباہی اور بربادی کی تاریخ لکھی گئی تو انگریز بہادر کی یہ معنوی جانشین نسل اس کی واحد مجرم قرار پائے گی۔ کیونکہ پچاس ۵۰ سال تک کم و بیش اسی نسل نے پاکستان پر حکومت کی ہے۔

؎ بے وجہ تو نہیں ہیں بربادیاں چمن کی

دستور العمل ضابطہ حیات خلا میں نہیں بنتے۔ وہ انسان اور درپیش مسائل سے بحث کرتے ہیں۔ میری ان تجاویز سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں حکومت کو تجاویز یا مشورے دینے لگا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ہماری جدید فقہ انہی مسائل سے بحث کرے گی اور ان کے گرد گھومے گی تو آپ دیکھیں گے کہ ایک عام محنت کش مسلمان بھی اس کے نفاذ کے لیے جان کی قربانی دیتا ہے۔ ملک کی اکثریت ماتی ناانصافی انگریزی قوانین پولیس کے ظالمانہ رویے نوکر شاہی دفتری چکر بازی اور زمیندار سرمایہ دار صنعت کار اور بددیانت تاجروں کے شکنجے میں پھنس کر عرصے سے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے اور اسے

روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی۔ اب وہ آخری طریقہ ایک عام انقلاب کا ہے کہ ایک مکمل نقشہ بنایا جائے جو اس کے لئے ذہن تیار کرے اور پھر اس کی بنیاد پر ایک انقلاب برپا کیا جائے۔ ایسا انقلاب اور تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے، وہ انقلاب جو اسلام نے آفاقی پیغام محبت کی بنیاد پر برپا کیا ایک عظیم قیمت ادا کرنے کے بعد عالم وجود میں آیا۔ برعظیم میں پاکستان کے قیام کی تاریخ انسانی تاریخ کی عظیم ترین ہجرت اور استحصالی انگریز کی مدد سے ہندو کی طرف سے ایک خونریز مزاحمت کا نتیجہ تھا۔

میری بیان کردہ دلائل سے یہ اصل مسئلہ معاشی ہے۔ آج کا انسان کسی ایسے نظام کو قبول کرنے پر قطعاً آمادہ نہیں ہے جو اس کے شکم کا مسئلہ حل نہیں کرتا ہے۔ میری دانست میں یہ مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔ ہر آدمی کا پیٹ بھر کر روٹی مہیا کرنا ہے۔ یہ حل ممکن ہے۔ بلکہ آج انسانیت قرآن مجید فرقان الحمید کے ان آفاقی خطابات دیتا ہے کہ ہر انسان کو اس کی ضروریات زندگی آرام سے مہیا کرنا ہے۔ یہ حل ایسا ہے کہ ہر آدمی کو بہتر معیار زندگی کے ساتھ ساتھ ارتکاز دولت کا خاتمہ ہو۔ یہ حل ایسا ہے اور زبان حال سے وہ جو کچھ کہہ رہا ہے حضرت علامہ اقبال نے بہتر انداز میں اس کی ترجمانی کی ہے ؎

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

پاکستان کا دستور قرآن و سنت کے مطابق ہوگا۔ (قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ)

تحریک پاکستان کے مختار راہنما اور قائداعظم محمد علی جناح کے معتمد ساتھی مولانا عبدالحامد بدایونی مرحوم سے ۳-مئی ۱۹۴۷ء کی ایک اہم ملاقات میں دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

"میں اس امر سے یقیناً متفق ہوں کہ پاکستان کا دستور وہی ہوگا جو اسلام و قرآن کریم کے مطابق ہو۔ سوشلزم اور مغرب کے قوانین ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ایک وقت آئے گا جب کہ ساری دنیا قرآن اور اسلام کی جامعیت کو تسلیم کرے گی۔"

اخبار "دبدبہ سکندری" رامپور، جلد ۸۵ شمارہ ۲۰، ۲۱، مطبوعہ ۲۱-مئی ۱۹۴۷ء، ص ۸

اسلام کا تصورِ ملکیت

تاریخ مذاہب میں اسلام ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے انسان کے بنیادی مسئلے یعنی معاش کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی ہے۔ قرآن مجید، احادیث اور سیرت نبوی کا اگر جذبات سے تحت تجزیہ کیا جائے تو جید خدا ترس کے بعد غالباً سب سے زیادہ مواد اسی موضوع پر ملے گا۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اسلام اس حقیقت کو بخوبی تسلیم کرتا ہے کہ جب تک کوئی معاشرہ معاشی اعتبار سے خوش حال اور طبقاتی کشمکش سے آزاد نہیں ہوگا اخلاق و روحانیت کے اعلیٰ اس پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوں گے۔

معلوم انسانی تاریخ کے مطابق ملکیت کا اس قدر جامع، عالمگیر اور ہر دور میں قابل عمل نظریہ بھی سب سے پہلے اسلام نے پیش کیا ہے۔ اگر مسلمانوں کے دورِ ملوکیت میں شاہی اثرات کے تحت مدون ہونے والے قوانین کو عین اسلام سمجھنے کے بجائے براہ راست قرآن اور سنت نبوی کو ماخذ تسلیم کیا جائے تو معاشی میدان میں دنیا کے جدید ترین نظریات بھی اسلام کا

قول الاصل فیہ ما اوما ان الکل مال اللہ لیس فیہ حق لاحد فی الحقیقۃ لکن اللہ تعالی لما اباح لھم الانتفاع بالارض وما فیھا وقعت المشاحۃ فکان الحکم حینئذ ان لا یبیح احد مما سبق الیہ من غیر مضارۃ فمن حکمہ ان لا یبیح عینھا والارض المیتۃ التی لیست فی البلاد ولا فی فنائھا اذا عمرھا رجل فقد سبقت یدہ الیھا من غیر مضارۃ فمن حکمہ ان لا یبیح عینھا والارض کلھا فی الحقیقۃ کمنزلۃ مسجد او رباط جعل وقفا علی ابناء السبل وھم سرکاء فیہ فیقدم الاسبق ومعنی الملک فی حق الادمی کونہ احق بالانتفاع من غیرہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عادی الارض للہ ورسولہ ثم ھی لکم منی (۶)

اس کی بنیاد وہ حق ہے جس کی طرف اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ مال مالک کا نہیں اللہ کا ہے اور حقیقت میں اس میں کسی کا کوئی حق نہیں ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان اور اس سے پیدا شدہ اشیاء سے نفع اٹھانے کو مباح قرار دیا تو انسانوں میں جس چیز کا ہونی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اگر کسی شخص نے کسی چیز سے نفع پہنچانے کی خاطر کسی چیز پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ اس سے چھینی نہ جائے اور اگر کسی شخص نے بنجر زمین آباد کر لی تو وہ شخص پہلے پہل اس پر قابض ہوا تو اس نے کسی کا نقصان بھی نہیں پہنچایا پس اس سے یہ زمین نہ چھینی جائے گی

اور تمام مذہبی مسلک یا مسلک کی اس سے [illegible]
جاتے ہیں [illegible] ہوتے ہیں اور [illegible]
تنظیم حاصل ہوتی ہے اور [illegible] سے نکل جاتی ہیں [illegible]
نسبت اس سے نکل جانے کا [illegible] ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا تھا کہ جنہیں اللہ اس کے رسول کی زبان سے [illegible]
طرف سے نکالیں وہ [illegible]

ملکیت کے بارے میں یہ نظریہ کہ [illegible] کے
کے سارے معاشی [illegible] اسی بنیاد پر قائم ہے۔ اس نظریے کو عملاً
قبول کر لینے کے بعد انسان اپنی تمام [illegible] کا بے قید مالک نہیں بلکہ
امین، نگران اور اصل مالک کا نمائندہ قرار پاتا ہے۔ اسے قدم قدم پر اس
بات کا احساس ہوتا ہے کہ [illegible] میں اس [illegible] میں [illegible] یا [illegible] کا
مرتکب تو نہیں ہو رہا ہے جسے قدرت کی طرف سے [illegible] کی ہے۔ پھر اگر کوئی
شخص [illegible] اس [illegible] میں خیانت کرنے لگے تو [illegible] اس بات سے [illegible] یہ
اس کی اپنی [illegible] ایسا کرنا اس کے لیے [illegible] اس کا جواب [illegible]
میں ہے۔ اس صورت میں وہ خلافت علی منہاج النبوۃ جو زمین پر مقاصد
الٰہیہ کی تکمیل میں مصروف ہوگی اسے بجا طور پر حق حاصل ہوگا کہ وہ زبردستی
ان اصولوں پر عمل کرائے جو پہلے سے طے شدہ ہیں تاکہ زمین پر معاشی گروہ
بندی اور استحصال نہ ہو سکے۔

مقاصد الٰہیہ کی تکمیل کی ذمہ داری خلافت پر ہے

وضاحت (۱۱)

آپ نے یہ بات کس دلیل سے کہی ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری صرف ان ضروریات کی فراہمی ہے جو انتہائی بے بسی کی حالت میں ان کی ضروریات کو پورا کرنے سے پوری ہوتی ہیں۔

اس سوال کی تفہیم کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ایک غیر اسلامی حکومت جس طرح اپنے مفاد کی خاطر عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کی پابند ہے اسی طرح اسلامی حکومت بھی اس بات کی پابند ہے کہ وہ تمام حالات میں عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری نبھائے۔ یہ بات اس اصل میں واضح ہے کہ اسلامی حکومت ہی خالص اللہ کی حاکمیت اور قوت کا مظہر ہے۔ وہ تمام ضروریات جو انسان اپنی بے بسی کی حالت میں پوری کرتا ہے (بنیادی ضروریات کی) فراہمی کے لیے اللہ کی طرف سے کفالت کا انتظام (بنیادی ضروریات کی) فراہمی کے لیے اللہ کی طرف سے کفالت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کی تائید قرآن کی آیات کا مفہوم بیان کرنے میں یہ ذمہ داری قبول کی گئی ہے۔ اگر یہاں پر یہ کہا جائے کہ جائز ذرائع سے ہر شخص جتنی چاہے دولت کما سکتا ہے انفرادی طور پر یہ ذمہ داری اسلامی حکومت کی نہیں بلکہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ یہ حق ہر ایک فرد کو ملے۔ اس کے خلاف اسلام اور اسلامی حکومت کا کوئی حق نہیں ہے۔

اسلام میں زائد از ضرورت اشیاء رکھنے کی ممانعت ہے

[illegible]

پاس بچے کا ہی یا اس سے [illegible]

ل۔ قرآن مجید نے صاف [illegible]

وبسبب ذلک عادا لسعد و اللہ اعلم

[illegible]

[illegible]

ہے تو اس سے [illegible]

اور [illegible]

انتظام [illegible]

خلافت راشدہ [illegible]

المحلی میں لکھتے ہیں

[illegible]

[illegible]

تھا ان سے لے کر آپ نے [illegible]

میں سے کسی نے ان پر [illegible]

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس کے پاس زائد از ضرورت سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس نہیں

[illegible]

[illegible] کی معاذ کی خاطر قرآنی حکمت عملی کی جا سکتی ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس کے ساتھ صحابہ کرام اور بزرگان دین کے بارے میں اسباب دنیا جمع کرنے اور مال و زر سے محبت نہ رکھنے کے واقعات جس انتہائی عقیدت کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس وقت ایک اسلامی حکومت کے معاشی نظام کی بات آتی ہے تو ہم اسوۂ حسنہ مثل صحابہ اور تقلید اولیاء میں سے کسی چیز کو بھی معاشی نظام کی بنیاد بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ صاحب کشاف صدقہ والی حدیث کو ہم نے صرف مسئلہ فدک کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ آخر یا ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ کی مثال زندگی کا یہ مبارک حصہ ہمارے معاشی نظام کے لیے لائحہ عمل قرار نہ پا سکے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب عراق کا علاقہ فتح ہوا تو مجاہدین نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ یہ علاقہ ہمارے درمیان تقسیم کر دیجیے۔ آپ نے ان کی یہ درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا اس صورت میں تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کو کیا ملے گا؟ چنانچہ حضرت عمرؓ نے سواد کے باشندوں کو بحال رکھا۔ ان پر فی کس جزیہ اور ان کی زمینوں پر لگان لگا دیا۔ اس طرح یہ زمینیں ان میں تقسیم کرنے کے بجائے اجتماعی مفاد کی خاطر بیت المال کی ملکیت میں رہنے دیں۔ (۲۰)

ماجشون کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے طاقت کے ذریعے مفتوحہ علاقوں کے متعلق حضرت عمرؓ سے کہا کہ یہ زمین ہمارے درمیان تقسیم کر دیجیے اور اس کا خمس ۱/۵ آپ رکھ لیجیے۔ انہوں نے فرمایا نہیں یہ تو اصل

ہ مایہ ہے۔ میں اسے وقف رکھوں گا اور اس سے مہاجرین اور
مسلمانوں کو وظائف جاری کیے جائیں گے۔ اس پر حضرت بلال رضی
اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بلال اور اس کے ساتھیوں سے نجات
دیجیے۔ (۲۱)

صاحب کتاب الاموال کے مطابق امین تقسیم نے اموال
مشترکہ کے متعلق رکھنے کا مشورہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
دیا تھا۔ (۲۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عراق کی مفتوحہ زمینوں کو مجاہدین میں
بار بار اصرار کے باوجود تقسیم نہ کرنا اور انہیں اجتماعی مفاد کی خاطر بیت المال
کی ملکیت قرار دینا ایک ایسا تاریخی فیصلہ ہے جس نے اسلام کے معاشی
نظام پر مثبت اثرات مرتب کیے۔ بظاہر آپ کا یہ فیصلہ
قرآن مجید کی نص صریح کے خلاف دکھائی دیتا ہے۔ لیکن
درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اگر قرآن کی نص کو اس کے اصل مقاصد اور
ذرائع معاملات و مشترکہ ملکیت میں لایا جائے تو نہ صرف یہ کہ یہ اقدام
خلاف اسلام نہیں ہوگا بلکہ عین مقاصد شرعی ہے جس کا اصل مقصد غایت ہوگا۔

اسلام سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ بعض افراد یا قبائل اپنے مفاد
کے لیے زمین کا کچھ ٹکڑا چراگاہ کے طور پر محفوظ کر لیتے تھے۔ اس میں دوسرے
قبائل یا افراد کو داخل ہونے کا حق حاصل نہ ہوتا تھا۔ آنحضور ﷺ نے واضح طور

پر ارشاد فرمایا

(۲۳)

لاحمیٰ الا للہ ولرسولہ

اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کے لیے کوئی مخصوص علاقہ نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق نے ربذہ میں سرکاری چراگاہ بنایا تو کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ ان زمینوں کے لیے ہم جاہلیت میں لڑتے رہے ہیں اور اسلام قبول کرنے کے وقت یہ ہماری ملکیت میں تھیں۔ آپ کس بنا پر ہم سے چھین رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

المال مال اللہ والعباد عباد اللہ لولا ما احمل علیہ فی سبیل اللہ ما حمیت من الارض شبر فی شبر (۲۴)

تمام مال اللہ کا ہے اور تمام بندے اللہ کے بندے ہیں اگر اللہ کے راستے میں مجاہدین کے لیے گھوڑے مہیا کرنا نہ ہوتا تو میں بالشت بھر زمین بھی کسی کے لیے نہ چھوڑتا۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے لوگوں کی زمینوں کو یا ایسی زمینوں کو جنہیں وہ اپنی ملکیت سمجھتے تھے اسلامی حکومت کے اجتماعی مفاد میں حکومت کی تحویل میں لے لیا۔

آنحضور نے کا چراگاہوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت قرار دینا اور حضرت عمر کا لوگوں کی مملوکہ زمین کو اپنی تحویل میں لے لینا صاف بتا رہا ہے کہ اگر حالات کا تقاضا ہو تو ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ

سنت ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس ناانصافی کے دور میں ایک صحیح اسلامی حکومت اس قسم کے اقدام سے خروم کر دیا جائے۔

تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمام مؤرخین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ بخاری کے الفاظ ملاحظہ ہوں

واقدی کی روایت ہے کہ اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انصاب حرم کی تجدید کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس سال سے دوران حج میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں انصاف کیا اور اس کو توسیع دی۔ پچھلے حکمرانوں نے ان کا حکم مان لیا اور جھگڑے ختم کر دیے۔ آپ نے ان سے مکان مسمار کرا دیے اور ان مکانوں کی قیمتیں بیت المال میں جمع کرا دیں۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف احتجاج کیا اور شور مچایا۔ آپ نے انہیں حراست میں لینے کا حکم دیا اور فرمایا جانتے ہو تمہیں اس بات سے اتنی جرأت کیوں ہے؟ صرف میری نرم طبیعت سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تمہارے ساتھ یہی کیا تھا لیکن تم نے ان کے خلاف احتجاج نہ کیا۔ بالآخر عبداللہ بن خالد بن اسید نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس معاملے پر گفتگو کی اور ان لوگوں کو آزاد کرایا۔

خلفائے راشدین (حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، رضی اللہ عنہم) نے اجتماعی مفاد کی خاطر لوگوں کی جائدادیں ان کی مرضی کے برخلاف خریدیں اور مطاف کعبہ اور حرم کعبہ میں توسیع کی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوسری اجتماعی ضروریات کے لیے انہیں مالکان اراضی کی زمینیں حکماً

خریدنے کی ضرورت پڑتی تو وہ اس میں قطعاً تامل نہ کرتے۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے اس طرزِ عمل سے حکومت اور اس کی ہیئتِ حاکمہ کا یہ حق ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ ایسے قوانین بنانے کی مجاز ہے جن کے ذریعے سے کسی خاص طبقے یا گروہ کو حکومت کے ہاتھ اپنی جائدادیں بیچنے پر مجبور کیا جا سکے۔ اس کی عملی صورتیں کیا ہوں گی اسے طے کرنا شماری کا کام ہے۔ اتنی بات بلا دلیل و حجت ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر کسی دور کے مسلم معاشرے کو اس بات کی ضرورت محسوس ہو، کہ انفرادی ملکیت صنعت یا دیگر بڑے بڑے ذرائع پیداوار کو معاشرے کی اجتماعی ملکیت بنانا ضروری ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، آخر پرائیویٹ کمپنیاں وغیرہ جو مسلمان ہی بناتے ہیں تو زمین ہی سے نکلتا ہے، کیا کوئی حکومت ایک لمحے کے لیے بھی ان چیزوں کو نجی ملکیت میں دینے پر راضی ہو گی اگر یہ چیزیں کسی شخص کی نجی زمین میں نکل آئیں تب بھی اجتماعی مصالح کی خاطر اس کی مالک حکومت ہی ہوا کرتی ہے۔

اسلامی ہیئت حاکمہ کو معاشی میدان میں اصلاح کے مکمل اختیارات حاصل ہیں

حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے فیصلے اس بات کی پوری تائید کرتے اور توثیق کرتے ہیں کہ اگر حالات اس بات کا تقاضا کریں تو خلافت اسلامی عمومی مفاد کی خاطر ہر قسم کا اقدام کر سکتی ہے، قرآن مجید کی اصطلاح میں مستکبرین، مستضعفین کے حقوق پامال کرنے لگیں، نظامِ دولت

گزر جائے تو بڑی خرابی رونما ہو جائے اور کسی بڑے اقدام کے بغیر اصلاح احوال ممکن نہ رہے تو اسلامی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان سہولتوں میں جو کچھ مناسب سمجھے کمی کرے۔ آنحضور ﷺ اور خلافت راشدہ کے مبارک دور میں اگرچہ عمومی طور پر ایسی صورت حال پیدا نہیں ہوئی تاہم ان حضرات نے چھوٹی چھوٹی باتوں کا بروقت نوٹس لیا اور معاشرے و معاشی اداروں کی طرف لے جانے سے روکنے کے لیے جو بھی تدبیر مناسب سمجھی کی۔

آنحضور ﷺ نے بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو قبائلی حقیق کا پورا علاقہ بطور عطیہ دیا تھا۔ ان سے یہ پورا علاقہ آباد نہ ہو سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بلال سے فرمایا یقیناً جو کچھ آنحضور ﷺ نے یہ علاقہ تمہیں اس لیے نہیں بخشا تھا کہ تم اسے دوسروں سے روک رکھو۔ آپ نے یہ علاقہ آباد کرنے کی خاطر عطا فرمایا تھا۔ لہٰذا اس میں سے جتنا تم آباد کر سکتے ہو وہ رکھو باقی واپس کر دو۔ ایک روایت کے مطابق حضرت بلال ایسا کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود وہ زمین واپس لے کر مستحقین میں تقسیم کر دی۔ (۱۲۵)

اسی قسم کی ایک روایت خود آنحضور ﷺ سے مروی ہے۔

ایک انصاری کے باغ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے کھجور کے کچھ درخت تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس انصاری کا مکان تھا جس میں اس کے گھر والے رہتے تھے۔ سمرہ بن جندب باغ میں آتے تو اس گھر سے گزرنا

پڑتا۔ اس سے انصاری کو تکلیف ہوتی تھی۔ انصاری نے آنحضورؐ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے سمرہ بن جندب کو بلایا اور فرمایا کہ یہ درخت اس انصاری کے ہاتھ بیچ دو۔ وہ نہ مانے۔ آپ نے فرمایا اچھا درخت کا تبادلہ کرلو۔ وہ یہ بھی نہ مانے۔ اس پر آپ نے فرمایا اچھا یہ درخت اس انصاری کو بخش دو۔ اس پر آپ نے سمرہ بن جندب کو رغبت بھی دلائی مگر انہوں نے اسے بھی قبول نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تو ایذا پہنچانے والا ہے۔ انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ اس کے درخت کاٹ ڈالو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو اس حد تک اپنے حق تصرف کی اجازت دی گئی ہے جس سے دوسروں کو تکلیف کا موجب بن جانا دلیل نہ ہو۔ اگر کوئی شخص اپنا مکان اس لئے گرا دے کہ اس کا ملبہ اپنے پاس روک رکھے تو چونکہ یہ اسے جائز حق سے آگے بڑھنا ہے اس لئے اسلامی حکومت اسلامی ایسے اشخاص کے حقوق تصرف کو بھی محدود کر سکتی ہے۔

انگریزوں سے قبل ہندوستان کی حکومت نے نیچے تک اسلامی ملک میں تقسیم دولت کا نظام جس قدر بگاڑ چکا ہے وہ کسی بڑی سے بڑی آندھی سے کم نہیں۔ اگر آج مسلم معاشرہ کا اسلامی حکومت یا ارباب حل وعقد اسلامی معاشرے کی بہتری اور اصلاح کے لیے چند مرکزی زمینداروں اور صنعت کاروں کا حق تصرف زائل کر دیں تو آخر یہ شریعت کی رو سے ناجائز کیسے قرار پائے گا۔

اسلام اپنے عمومی مزاج میں اجتماعیت کو ہر حالت میں انفرادیت پر ترجیح دیتا ہے۔ آنحضورؐ اور خلفائے راشدین کی مبارک زندگیاں بھی

ملکیت کے اثبات کی بنا پر ہوتا اس کی ملکیت کے زیادہ قریب ہیں۔ بعد میں صوفیائے کرام کا عمل اور ان میں صرف کی گئی کے وہ اسے مسلمان پر موجود پچھلے پرانے بیانات کی اتنی اہمیت نظر آتے۔ اس کی وجہ سے اس کے اور یہ معنی نے ایسا اہل وہم کا خاص وہ اسلام کا میں تھا ضمنی تھا۔ بلاشبہ وہ ایات سماوات ہیں یا کہ کی معلقوں سے نہ تھے وہ ان نہیں یا یا کہ وہ اور کا ہوا کہ وہ ہوت ہوت ہوت

کیوں ہوتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۹ کتاب الاموال صفحہ اول ۱۸۲

۲۰ کتاب الخراج ۲۲۵ ۲۲۶

۲۱ کتاب الاموال ۲۹۹ الخراج ۱۸۲

۲۲ کتاب الاموال ۱۸۵

۲۳ ایضاً ۲۰۲

۲۴ کتاب الاموال صفحہ اول ۲۶

۲۵ ایضاً

۲۶ الخراج ۱۸۲ ۱۸۳

WWW.NAFSEISLAM.COM

للتقوی [المائدہ]

"اے ایمان والو اللہ کے واسطے قائم رہنے والے انصاف کی گواہی دینے والے بنو اور کسی قوم کی عداوت تم کو بے انصافی کی طرف نہ کھینچ لے جائے عدل کیا کرو عدل خدا ترسی سے قریب تر ہے"۔

۱۰۰ سے مقام پر فرمایا:

فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ [الاعراف]

"خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو"۔

آج جنگ کے سلسلے میں بین الاقوامی طور پر معاہدہ جنیوا کا بڑا شور و غوغا سنا جاتا ہے۔ اے کاش ہمارے یہ مفکرین سیرت کی عام کتابوں کا مطالعہ کر لیتے تو انہیں پتہ چلتا کہ مہذب اور متمدن دنیا آج جن اصولوں کو بین الاقوامی حقائق اور معاہدے قرار دے رہی ہے وہ تمام بلکہ اس سے کہیں بہتر اصول دنیا میں امن کے سب سے بڑے علمبردار نے دیڑھ ہزار سال قبل متعین فرما دیے ہیں۔

اسلام سے پہلے جنگی قیدیوں کے ساتھ عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو بھی قتل کر دیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ آگ میں بھی جلا دیتے تھے۔ غفلت یا نیند کی حالت میں اچانک دشمن پر ٹوٹ پڑنے کو قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ جیتے جاگتے انسانوں کو آگ میں جلانا، بچوں کو نشانہ بنا کر تیر اندازی کرنا، ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھینک دینا کہ مجروح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے عام رواج تھا۔ اسی

طرح دشمن معاملہ اس کی صورت میں شراب پینا اور معاملہ عورتوں سے بیہودہ چھیڑ
کرنا یا جنگ سے آداب میں شامل تھا۔ یہ بات کئی جنگوں میں ظاہر ہوئی ہے مثلاً
کردیں، جو چیز جس موقع پر ہاتھ آئی اس کے بارے میں وہی حکم دیا
دیا اور اس حکم کا فوری سد باب کر دیا۔

حضور نبی کریم کے جنگی اقدامات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا
ہے کہ ان میں سے اکثر اقدامات صرف ایسے ہی قبیلوں کی مختلف شاخوں سے
ہوئی ہیں جن کا ان میں سے وہ قبیلہ ہے جس سے کہ حضور کا
تعلق ہے۔ ان حالات پر مزید غور کرنے سے یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ یہ
لڑائیاں انہی وجوہات کی بنا پر واقع ہوئیں جو عموماً جاہلی عرب اپنے کی
معزز اور نامور جاہلی سے کرتے تھے۔ حضور نبی کریم کی پوری زندگی
مبارکہ میں اس قدر لڑائیاں ہوئی ہیں ان میں مقتولین اور قیدیوں کی تفصیل
پچھلی ہے

نام فریق	اسیر	رحمی	مقتول	کل
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷
مخالف	۶۵۶۴		۷۵۵	۷۳۲۳
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰

اس کے مقابلے میں جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے مقتولین کی

بابائے قوم کا مسلمان افسروں کو خطاب

اقبال سے متعلق دو معاشی تحریرات

از تب و تابم نصیب خود بگیر
بعد ازیں ناید چو من مرد فقیر

قدرت نے پوری فیاضی سے انھیں مختلف علوم پر صالحیت دل پرسوز اسلام سے والہانہ شیفتگی اور اس کی ترجمانی کی سلاحیت عطا کی تھی وہ قرآن اور فکر محمد عربی کے ترجمان ہیں ۔۔ ملت اسلامیہ کے مفکر اور اسے اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے والے داعی ہیں ۔۔ وہ کئی صدیوں کی غلامی کی وجہ سے مسلمانوں کی رگوں میں منجمد خون میں حرارت اور گردش پیدا کرنے والے رہنما ہیں ۔ انھوں نے شعر و شاعری کو ان مقاصد کا ذریعہ بنایا ہے خود فرماتے ہیں ۔

نغمہ جانے من نجا سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقہ بے زمام را

رخ وہ کل سے پھیر لیا ہے ۔ اقبال شاعری وہ انہوں نے نئی طرز ادا نیا اسلوب دیا ہے ۔۔ ایسے منفرد شاعر ہیں جو اپنی طرز کے خود موجد ہیں ۔ اگر مجدد کے لفظ کو اصطلاحی معنوں میں نہ لیا جائے اور اسے لغوی معنی تک محدود رکھا جائے تو ۔۔ نیا شعر و ادب سے نہیں ہیں ۔

انہیں بچپن سے ہی ۔۔ اسلامیان علم کے مقابلے میں روح اسلام کی زیادہ فہم عطا کی گئی تھی ۔ میں یہاں نظریہ وطنیت کا ذکر کرنا چاہوں گا ۔ یہاں تیسے تیسے لوگوں سے غزشیں ہوئیں ۔ آپ نے دیکھا کہ اس نظریے

کی صداقت سے دنیا کے نقشہ پر اس وقت کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت
وجود میں آئی۔

آج ملت اسلامیہ اپنے ہر دو نی اسلامی اور عالمی تصورات کے
مقابلے میں نقطہ واحد یعنی اسلام سے جدا ہونے سے اپنی اس تباہی سے
بے ہاتھ پاؤں ہونے سے اور اس کے نتیجہ میں پیدا شدہ ہر طرح اپنے
اصل مرکز کی طرف لوٹ رہی ہے وہاں اسے علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں اقبال کے تصور
اسرافیل اور الان کو تازہ کیا ہے۔

علامہ اقبال کی دعوت کے مضمون متنوع ہو گئے ہیں۔ وہ قرآن کی
اتباع میں زندگی کی ہر شعبہ پر بات کرتے ہیں۔ ان کے کلام سے بے شمار مثالیں
ہیں۔ علامہ اقبال کے اہم مضمون یہ ہیں

۱۔ تعلیم خودی یعنی اپنے نفس کا اسلامی عقائد و شعائر کے ساتھ تعلق قائم کرنے
کی ہے اور مثالوں سے بھی اسے مزید عرض کیا ہے مسئلہ فقط عرف
زلہ کی تفصیل دیکھ لیں تو پھر مضامین ہیں۔

۲۔ جہاد۔ یاد رہے کہ ہر قسم کی برائی معاشرتی ہو یا اقتصادی کے خلاف
جہد مسلسل کا نام جہاد ہے تلوار اٹھانا تو اس کا آخری مرحلہ ہے۔

۳۔ اہل مغرب کے فکر و فلسفے کے گہرے مطالعے اور مشاہدے کے بعد اس
کی خامیوں اور خرابیوں کی نشاندہی اور ملت اسلامیہ کو اس سے اجتناب
کا مشورہ۔

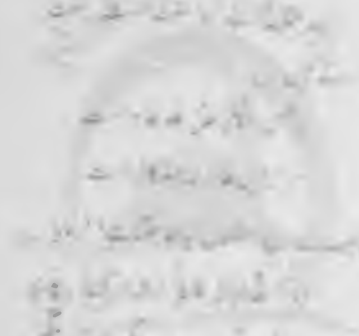

حقیقت میں ہے حکیم الامت علامہ اقبال مرحوم اور دورِ حاضر میں مفکرِ اسلام شاہ ولی اللہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

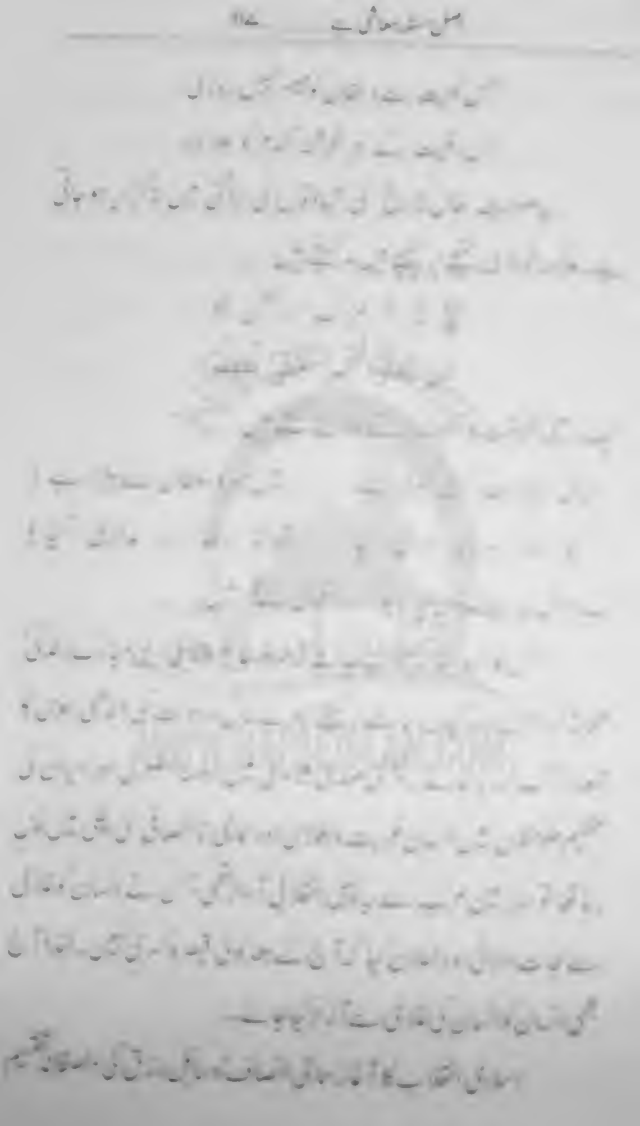

[illegible]

[illegible]

[illegible]

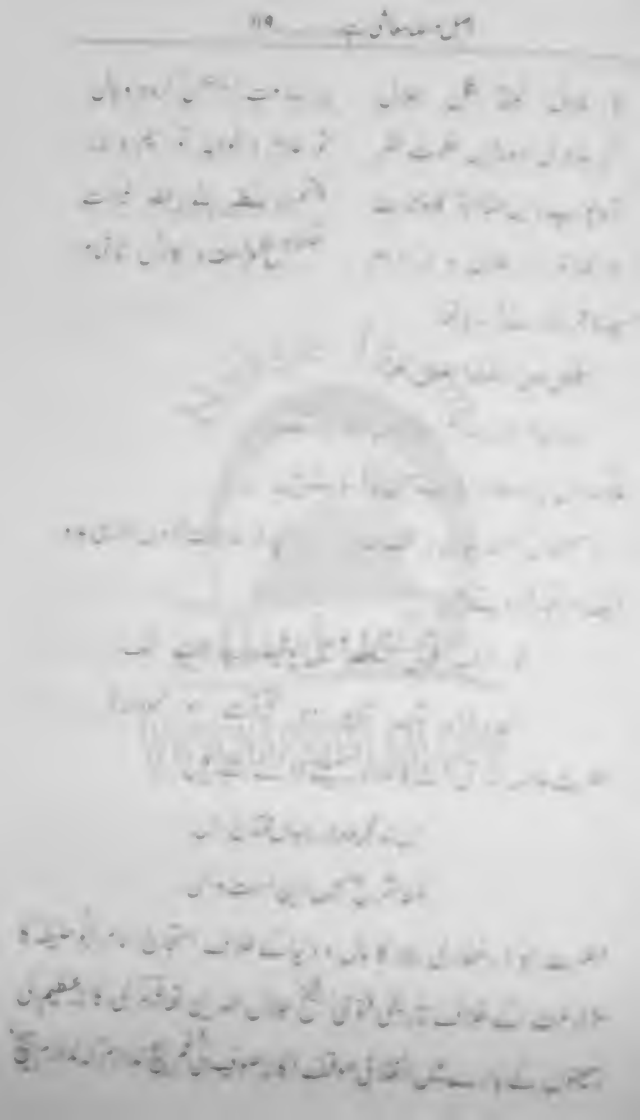

غربت نے مٹنے کی

○ [illegible]

○ [illegible]

○ [illegible]

○ [illegible]

○ [illegible]

○ [illegible]

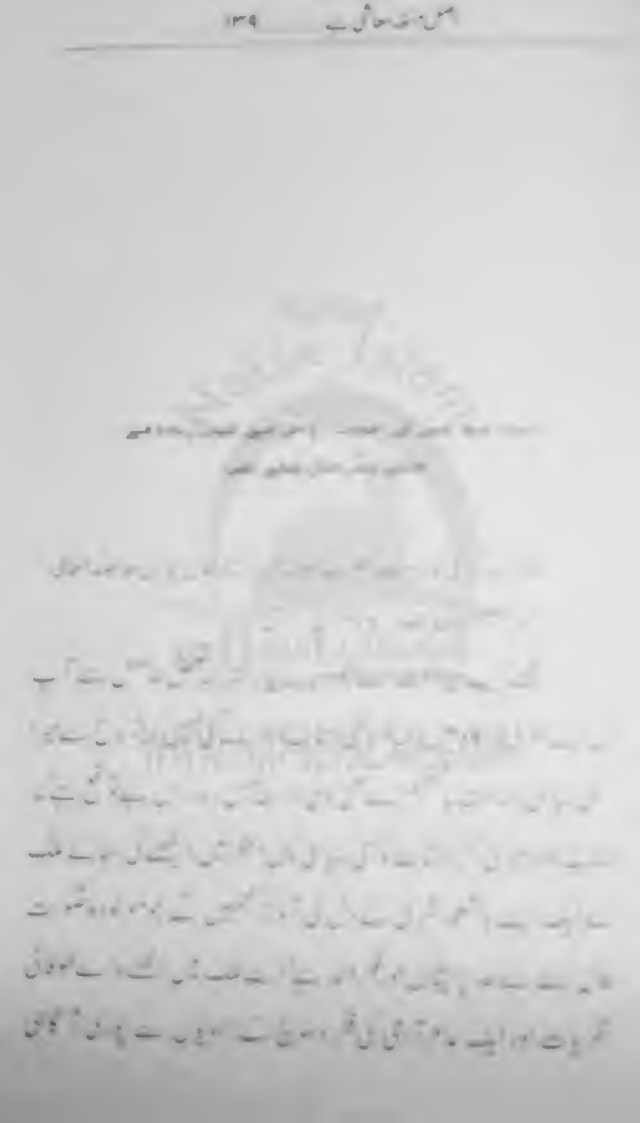

حاصل ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

سیرت رسول ﷺ اور ان کے بعد کی آستیں

مطلق مرشد بنی آدم میں سے نہ ہوا چاہیے۔ یہ "نکتہ" ہے جو بعض
[illegible] میں سے ہوں [illegible]
[illegible] ہی [illegible]

[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]

[illegible] کے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہ

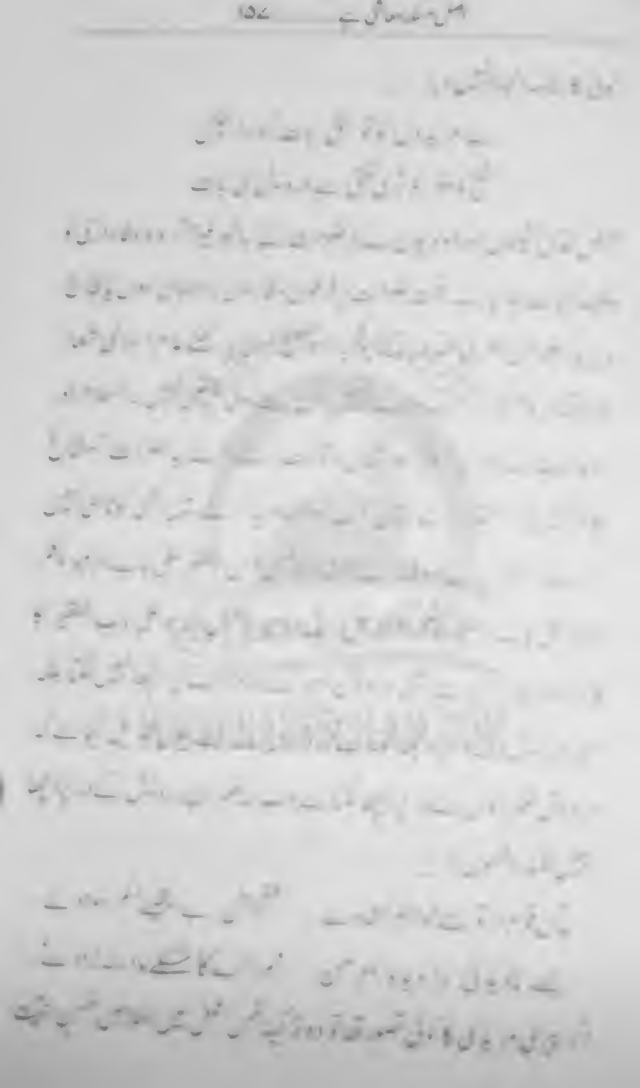

[illegible]

نظامی حکیمانہ انداز فکر اور موجودہ دور کے تقاضوں سے بہت حد تک خالی ہے۔ میں نے درس نظامی کی باقاعدہ تکمیل کی ہے۔ میں آپ بیتی کے طور پر کہہ سکتا ہوں کہ درس نظامی میں منطق و معقولات پر جتنا زور دیا گیا ہے اس دور کی منطق اور دوسرے وقائل کرنے کے اسلوب میں اس کا رتی بھر فائدہ نہیں ہے۔ اس قدیم ترین انداز تکلم میں جس قدر دماغ سوزی ہوتی ہے عملی دنیا میں طالب علم کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ دینی مدارس کی عربی کو عام بالخصوص "قافیہ" شرح جامی اس دور کے مطابق انتہائی پیچیدہ مغلق اور مشکل زبان پر مشتمل ہے۔ ایک طالب علم جو عربی زبان کے قواعد سیکھنا چاہتا ہے اسے دو ناعذاب جھیلنا پڑتا ہے۔ ایک دو غیر زبان کے قواعد سیکھے دوسرے جس زبان میں وہ قواعد بیان ہوئے اس کی مبہم اور مغلق زبان حل کرے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دس بارہ سال صرف کرنے والا طالب علم عربی سمجھنے پر قادر ہوتا ہے نہ بولنے پر اور نہ اسے اچھی طرح سمجھنے پر۔

اسی طرح درس نظامی کے نصاب میں جس مضمون کو سب سے کم اہمیت دی گئی ہے وہ قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کی صرف ایک انتہائی مختصر تفسیر جلالین شامل کی گئی ہے جو پوری طرح قرآن مجید کا ترجمہ بھی نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں فقہ کی پانچ کتابیں شامل ہیں۔ "منیۃ المصلی" قدوری "کنز الدقائق" "شرح وقایہ" اور "ہدایہ" ان میں سے نئے مسائل نہیں ہیں صرف تفصیلات اور دلائل کا فرق ہے۔ دو حدیث بھی بطور تبرک

پڑھایا جاتا ہے۔ یہ نصاب مکمل کرنے کے بعد بھی محض نے معلومات اور فقہ کا عالم تو بن جاتا ہے مگر قرآن مجید اور حدیث سے عام براہ راست استفادہ کرنے کی صلاحیت سے محروم رہتا ہے۔ تاریخ اسلام، معاشیات اور سیاسیات کی اور جدید عربی ادب اور پیشہ ورانہ علوم کی تعلیم تک وغیرہ کی تو اسے ہوا بھی نہیں لگتی۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں ایسے نیم خواندہ لوگوں کی فوج پیدا کر رہے ہیں جن کا مصرف کی مسجدیں اور مدارس قائم کرنے کے علاوہ کچھ نہیں اور جو ان کے تبلیغ اور دین کی نشر و اشاعت کا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔ دنیا کے معاملات اور اس میں تیزی سے رونما ہونے والی تبدیلیوں سے بے خبر دنیا ہی الگ۔ پھر اس کا نتیجہ ہے کہ ہمارے یہ نوجوان علماء جن کی صحیح پرورش اور تعلیم و تربیت میں جتنا حصہ ان کے اندر فکر کے مطابق اپنی تاریخ سے بھی قوم سے ہوتے ہیں اور یوں وہ معاشرے پر فکری اور عملی لحاظ سے اثر انداز ہونے کا سبب بن رہے ہیں۔

اس قیامت خیز دنیا کے مسائل ہیں اور ہیں ہم مجبور ہے نہ بھی اور معذرت خواہانہ طرز عمل اختیار کرنے والوں کو یہ دنیا صدیوں پیچھے چھوڑ

دے گی۔

غافل منشین نہ وقت بازی است
وقت عمر است و کارسازی است

قرآن مجید اور آسمان کی بلندی کی حقیقت

۰ ... ن ... ل ... ہے ... ا ... ل ... ہے ... ا ... ل ... ہے ... ا

جب بھی کوئی نئی عمارت بنتی ہے پرانی عمارت کو گرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح
پرانے نظام کو نئی عمارت کی بنیاد بننا پڑتا ہے۔

علامہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے مسلک کا [illegible]
کا پورا علم ہے اور میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[

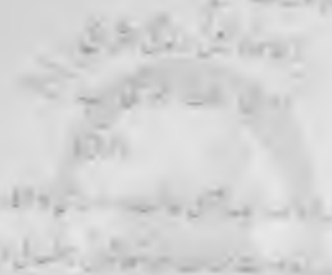

[illegible]

صدق دل سے بیان کرو اور اپنی باتوں کو اپنے اپنے محدود دائرہ عمل میں
عمل کرنے کی سعی کرو۔ ہر شخص کو اپنا مسلک بنانے میں آزاد ہے۔

تجدد کی حقیقت

تجدد کی حقیقت کیا ہے؟ عوام میں رہنے والے لوگوں کو سمجھنا
کسی دوسرے کے لئے بہت مشکل ہے۔ اس لئے ہر شخص کو اپنے
تجدد کی خود تحقیق کرنی چاہئے۔ [illegible]

مادہ بائے تاریخ

سید فاروق القادری کی

دیگر تصانیف و تالیفات اور تراجم

ادارہ پاکستان شناسی کی مطبوعات

ادارہ پاکستان شناسی

اسلام کے معاشی نظام پر ادارۂ پاکستان شناسی کی دو معرکۃ الآرا مطبوعات

○ بالشویزم اور اسلام از مولانا محمد عبدالحامد بدایونی

بالشویزم کی لادینیت اور اس کے مذہب مخالف رویے کی نشان دہی کرنے کے ساتھ اس کا تقابل کرتے ہوئے اسلام کی اقتصادی تعلیمات واضح کرنے کی خدمت متعدد اہل علم نے انجام دی ہے، مگر زیر نظر تقابل کی اہمیت دو اسباب سے ہے۔ اول اس سبب سے کہ یہ تقابل آل انڈیا مسلم لیگ کی مرکزی کونسل کے ایک رکن کا لکھا ہوا ہے جس نے قرارداد پاکستان کی تائید میں تقریر کی تھی۔ تقابل کی اہمیت کا دوسرا سبب مولانا بدایونی کے فکری ارتقاء میں بالشویزم کے بارے میں ان کا رویہ ہے۔

"بالشویزم اور اسلام" اس ایزاد بدیہ اشاعت میں سید محمد فاروق القادری صاحب کا دیباچہ شامل کیا گیا ہے۔ جناب محی الدین مرتضیٰ نے اس کتاب کی حیثیت تاثر لکھنے میں دیباچے کو مختصر اور مفید معلومات کا اضافہ کیا ہے۔

(شائع کردہ نقطہ ناظر اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۲۰)

○ اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم از مولانا عبدالحامد بدایونی

اسلام نے [illegible] اپنے رزق میں شریک کرنے اور ان کی ضروریات کا کفیل ہونے کی ذمہ داری لی ہے۔ قرآن حکیم نے اس عمل کو انفاق فی سبیل اللہ سے یاد کیا ہے۔ [illegible] معاشی نظام سامنے آئے اور ان کے عمل میں رائج ہوئے، کسی نظام نے محتاجوں کی مدد اس طرح فرض نہیں کی جس کی تاکید اسلام نے کی ہے۔ زکوٰۃ اسلام کا ایک ایسا ادارہ ہے جو دنیا کے کسی نظام نے جو اس میں نافذ ہوا ہو، اس کا عشر اور اس کی مثل بھی سب کے سامنے ہے۔

۱۹۶۵ء کے بعد سے [illegible] پاکستان شناسی کی ایک بڑی خدمت ہے۔ اس مختصر سے مطالعے سے بالشویزم اور اسلام کا تقابل واضح ہو جاتا ہے۔ (ملنے کے پتے: فاروقی کتب خانہ، ملتان، ۲۰۰۲ء)

اسلام کے معاشی نظام پر ادارۂ پاکستان شناسی کی دو معرکۃ الآرا مطبوعات

○ بالشویزم اور اسلام از مولانا محمد عبدالحامد بدایونی

بالشویزم کی الحادیت اور اس کے مذہب مخالف رویے کی نشان دہی کرتے ہوئے نیز اسلام کے ساتھ اس کا تقابل کرتے ہوئے اسلام کی اقتصادی تعلیمات کو اجاگر کرنے کی خدمت متعدد اہل علم نے انجام دی ہے۔ مگر زیر نظر کتابچے کی اہمیت دو اسباب سے ہے۔ اولاً اس سبب سے کہ یہ کتابچہ آل انڈیا مسلم لیگ کی مرکزی مجلس کے ایک رکن کا لکھا ہوا ہے جس نے قرارداد پاکستان کی تائید میں تقریر کی تھی۔ کتابچے کی اہمیت کا دوسرا سبب مولانا بدایونی کے فکری ارتقا میں بالشویزم کے بارے میں ان کا رویہ ہے۔

"بالشویزم اور اسلام" کی زیر نظر جدید اشاعت میں سید محمد فاروق قادری صاحب کا دیباچہ شامل کیا گیا ہے۔ جناب فاروق الدین امرتسری نے بیدل صحت، جیثیت ناشر لکھتے ہیں۔ نیز کتابچے پر مختصر اور مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے۔

(شائع کنندہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰۰)

○ اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم از مولانا عبدالحامد بدایونی

اسلام وہ نعمت ہے جس میں مخلوق کے تمام گروہوں کی بہتری ہے۔ ہر شخص اپنے رزق میں شریک ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی ذمہ داری ہے۔ قرآن حکیم نے اس قبیل کے حقوق کی تعیین کر دی ہے۔ اس لیے اسلام میں کوئی معاشی نظام سامنے آئے اور کسی ملک میں رائج ہو، اسلامی نظام کے تحفظ کی مدد اس طرح ممکن نہیں ہے جس کی تائید اسلام نے کی ہے۔ ہر ملک میں اس کا مناسب سے مناسب نظام ہے۔ اس نظام کے جو اجزا اسلام کے منافی ہیں ان کا رد اور جو اجزا اسلام کے موافق ہیں ان کا اثبات ہی اسلام کی خدمت ہے۔ اس مختصر رسالے سے مطالعے سے سوشلزم کا معاشی نظام واضح ہو جاتا ہے۔ (ایضاً، ص ۲۹، سنہ ۲۰۰۲ء)